



عہد عصام عظیم آبادی

از حرف تا بہ حرف

۱ چمن جانی

الکاف نظر

آقله برید

باجه و شیخ الہدی

طرف دولت

ای ذرا از مبارک بار

شماره ۷۸

عظیم آبادی

۷۸/۳
کتابخانه
آقله

کراچی
۲۸/۹/۸۰

از حرف تا حرف

از حرف تا حرف رسیدم به گلشنی
در کیفت بے حساب نمازِ حروف بود

محمد عصام عظیم آبادی



فہرست

- ۱۔ "سرمایہ ما" بیادکن
- ۲۔ حرفِ آدل
- ۳۔ آنگِ فارسی عصام و ہمارا کلیم
- ۴۔ نغماتِ عصام
- ۵۔ عصام کی فارسی شاعری میں
جنت کا بہر
- ۶۔ عصام کی فارسی شاعری
- ۷۔ سندِ طباعت "از حرفِ ماہِ چرخ"
- ۸۔ پاکستان میں فارسی (بخار و دلاک)
- ۹۔ فارسی در پاکستان بحوالہ
برصغیر پاک و ہند
- ۱۰۔ حمد
- ۱۱۔ نعت
- ۱۲۔
- ۱۳۔
- ۱۴۔
- ۱۵۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
- ۱۶۔ حضرت صدیق اکبر با وفا و پارسا
- ۱۷۔
- ۱۸۔
- ۱۹۔
- ۲۰۔
- ۲۱۔
- ۲۲۔
- ۲۳۔
- ۲۴۔
- ۲۵۔
- ۲۶۔
- ۲۷۔
- ۲۸۔
- ۲۹۔
- ۳۰۔
- ۳۱۔
- ۳۲۔
- ۳۳۔
- ۳۴۔
- ۳۵۔
- ۳۶۔
- ۳۷۔
- ۳۸۔
- ۳۹۔
- ۴۰۔
- ۴۱۔
- ۴۲۔
- ۴۳۔
- ۴۴۔
- ۴۵۔
- ۴۶۔
- ۴۷۔
- ۴۸۔
- ۴۹۔
- ۵۰۔
- ۵۱۔
- ۵۲۔
- ۵۳۔
- ۵۴۔
- ۵۵۔
- ۵۶۔
- ۵۷۔
- ۵۸۔
- ۵۹۔
- ۶۰۔
- ۶۱۔
- ۶۲۔
- ۶۳۔
- ۶۴۔
- ۶۵۔
- ۶۶۔
- ۶۷۔
- ۶۸۔
- ۶۹۔
- ۷۰۔
- ۷۱۔
- ۷۲۔
- ۷۳۔
- ۷۴۔
- ۷۵۔
- ۷۶۔
- ۷۷۔
- ۷۸۔
- ۷۹۔
- ۸۰۔
- ۸۱۔
- ۸۲۔
- ۸۳۔
- ۸۴۔
- ۸۵۔
- ۸۶۔
- ۸۷۔
- ۸۸۔
- ۸۹۔
- ۹۰۔
- ۹۱۔
- ۹۲۔
- ۹۳۔
- ۹۴۔
- ۹۵۔
- ۹۶۔
- ۹۷۔
- ۹۸۔
- ۹۹۔
- ۱۰۰۔

"جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ"

تعداد اشاعت — ایک ہزار
سال اشاعت — ۱۹۸۴ء
مطبوعہ — مشہور آفٹ پریس - کراچی
ترتیب و تزئین — محمود اختر کاپوری
قیمت — ساٹھ روپے
ناشر — شمیم پبلیکیشنز
اے / ۷۸، بلاک نمبر ۳
گلشن اقبال - کراچی

- ۱۶ - حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ
۱۷ - حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ
۱۸ - حضرت علی رضی اللہ عنہ
۱۹ - سلطان اولیاء رضی اللہ عنہ
۲۰ - خواجہ حسین الدین چشتی رضی اللہ عنہ
۱۱۲ - حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ
۱۱۵ - اے امیر المؤمنین اے حضرت عثمان تو کی
۱۱۸ - درمعاذ زندگانی یک خلیفہ یک امیر
۱۲۰ - اے دل گیر و امین سلطان اولیاء رضی اللہ عنہ
۱۲۲ - گم خود پہنائے دریا ہم بہ بحر دور گیر

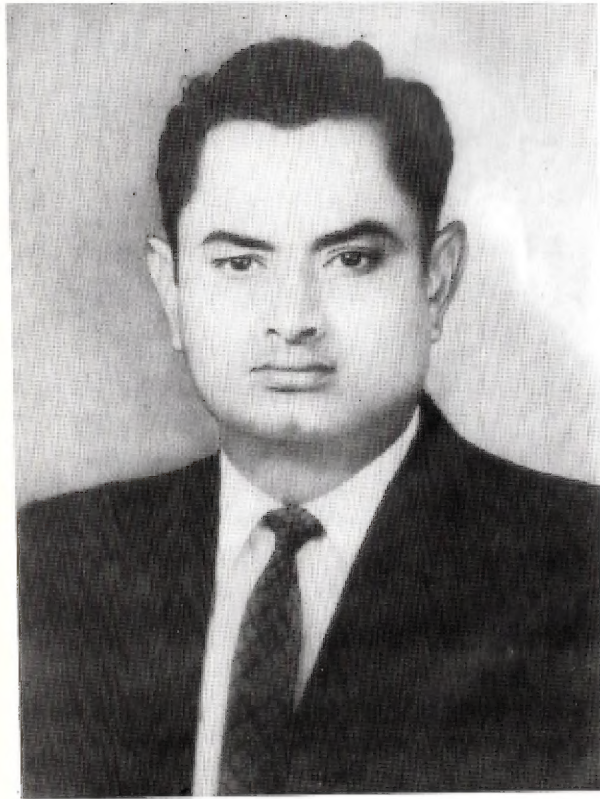
غزلیات

- ۲۱ - خیالات رنگیں اثر می فروشم
۲۲ - رشتہ در دست حسین قند طراز بجے
۲۳ - پیغام وصل یار بہ عنوان شاعری
۲۴ - دہ آں سیم تن درد جگر آہستہ آہستہ
۲۵ - آں جان نے نواز کہ نغمہ فروش بود
۲۶ - شراب و سرور و شرر گاہے گاہے
۲۷ - سر مستی شباب را افکار کردہ ام
۲۸ - رنگیں ز حسن یار ہمہ آفتاب سُرُخ
۲۹ - شراب ناب بہ مستی زہر بند نقاب آفتہ
۳۰ - از ہجوم درد سازم خواب حد افسانہ ہم
۳۱ - آن غنچہ بہار و گل شاخہ صبح
۳۲ - آید ہی آں نازنین چوں تابش رنگ گہر
۳۳ - معنوں مانہ پروردہ معنوں گل رخاں را
۳۴ - پروردہ دایر راز حق رنگینی کشف ہواں
۳۵ - حرویدے زبان دارم دل بے دعا دارم

- ۳۶ - کیف شراب وستی زندان ساز من
۳۷ - خود نگار دل عاشق ہمہ رنگین آمد
۳۸ - آں بار دل نشیں کہ خودش یادگار دوست
۳۹ - عاشقان دید را منتر لی بحر رخاں نیست
۴۰ - باد در بے حساب شب نالہ می رود
۴۱ - اے کہ بالغمہ صد حسن حجاز آمدہ امی
۴۲ - نغمہ شام و صبح حرفت بیاں بر خیزم
۴۳ - زعم خودی گزشتہ و عیش دوام رفت
۴۴ - ایں نغمہ زخندہ از صورت رہاں اولی
۴۵ - گوہر معہ فشاں نقش و نگار آخر شد
۴۶ - در کار عشق پروردہ غیب نصیب ہست
۴۷ - شعلہ حسن کجا وعدہ دیدار کجا ست
۴۸ - آتش فکر کہ فرخندہ جہاں عمل است
۴۹ - از کیف خوش جام مجلا خراب کن
۵۰ - ز فوٹائے شعر و قی ہمہ رنگ باب گویم
۵۱ - حسن دارد نغمہ گلزار با
۵۲ - روئے روشن جلوہ شہناز دوست
۵۳ - داغ ہائے درد ما گلزار ما
۵۴ - تو کجا اے حسن رعنائی روی
۵۵ - آب دایر تیغ برآں روئے تو
۵۶ - تو نگار زہرہ چیں روی بہ ہزار قرب و جوار ما

- ۵۷ - " جعد مشکیں کہ بہ پائے بستہ طراز رسد "
- ۵۸ - " نظر بروئے ساقی دارو و مستان می رقصد "
- ۵۹ - در مقام درد ویرانی ہنوز
- ۶۰ - پئے سیر صحن گلشن کہ نگار خواہی آمد
- ۶۱ - " ولم در عاشق دیوانہ شد دیوانہ تر بادا "
- ۶۲ - " اے گل بہ تو خر سدم تو بویے کسے داری "
- ۶۳ - رنگِ رُخ یار میں صبح درخشاں پرورد
- ۶۴ - وصل است و جاناں در حیا خونِ مٹا ریختہ
- ۶۵ - آں حسن جواں رنگ و بد بند قبارا
- ۶۶ - تو اگر سردار باشی باہر سردار باش
- ۶۷ - دیوانہ نہ گشتم من فرزانہ نہ ہستم من
- ۶۸ - این نعرۂ گفتار شن نغمہ بر باب اندر
- ۶۹ - قید ہزار و بندش زنجیرم آرزو ست
- ۷۰ - ما خندہ ہائے گلشنِ زیبا نوشتہ ایم
- ۷۱ - ز چشمِ نازِ بدستی بہ صد چار می رقصم
- ۷۲ - نازِ خوابِ کبکشاں آید ہی
- ۷۳ - فروغِ آتشیں در کوزہ دیبا نہ می نیم
- ۷۴ - کاکل بہ رُخ شید و صبارا بہا نہ ساخت
- ۷۵ - اے رشکِ کبکشاں کہ بہ حمل نشست ای
- ۷۶ - دردِ نژد قلب دارم ہم چوں در مانِ دگر
- ۷۷ - چنین معشوق نہ دارم کہ بہ سر جوشی را

- ۷۸ - شرمگین ہرگز نہ باشی خود ریا کار آمدی
- ۷۹ - درین حال پریشانی سخن را در میاں کردی
- ۸۰ - کشد بہ رُخ حجاب او نقاب آہستہ آہستہ
- ۸۱ - نشاطِ فکر دارد کیفِ مستور
- ۸۲ - خرامِ نازِ رعنائی شعائر دلربا کردی
- تظمین :-
- ۸۳ - نے تاب وصل دارم نے طاقت جدائی
- ۸۴ - عاشقی چیست بگویندہ جاناں یوں
- ۸۵ - من قبلہ راست کردم بر سمتِ کج کلاہے
- ۸۶ - دارد اثرے آو سحرے
- نظم
- ۸۷ - ہوا
- ۸۸ - در مدحتِ یک دوست
- ۸۹ - در جوابِ نامہ دوست
- ۹۰ - تولاہ و شے داری
- ۹۱ - ابرِ گریزاں
- ۹۲ - شاعر مشرق علامہ اقبالؒ
- ۹۳ - بالِ پاکستان قائمِ اعظم محمد علی جناحؒ
- ۹۴ - انتخاب
- قطعات
- ۹۵ - جناح و اقبالؒ



نگارِ حرفِ جاں آید ہمہ رنگیں چوپیمانہ
عصامِ خوشنوا سازد کتابِ نظمِ میخانہ

- ۹۶۔ جناح و اقبال۔ علامہ اقبال
۹۷۔ ول مومن۔ سید محمد افضل سید محمد اعظم آبادی
۹۸۔ برکیدیر کلیم الدین ندوی۔ پروفیسر سید شمس الضحیٰ
۹۹۔ سید اجنبی حسین رضوی۔ سید عبدالغنی شمس
۱۰۰۔ ڈاکٹر عبدالقدیر خاں
۱۰۱۔ ڈاکٹر رحمت
۱۰۲۔ نگارِ علم
۱۰۳۔ دعا





”سرمایہ ما“



ہر کہ سر قہ کنند این دولت و سرمایہ ما
 بیچ حاصل نہ کند عقرب بے مایہ ما
 لیکن آن شخص کہ شنجوں زدہ بر آیتہ ما
 مورد قتل شود دفتر بے سایہ ما

— * —

بیاد آن

اے یادگارِ صبح و خشنودِ زندہ باد
 شامِ حسین را اختیر تا چند زندہ باد

یا کس بخیر یاد دلِ فرخنده بودہ ایم
 در قلبِ ما پییدہ و خشنودِ زندہ باد

حرفِ اول

یہ مضمون ایک ہندوستانی فارسی شاعر و ادب کا سلسلہ متعدد ادوار سے گذرا اور ہر دور میں اس نے اپنی انفرادیت اور شخصیت کو برقرار رکھا ہے۔ انگریزی عہد کے آغاز کے بعد ترجمین فارسی زبان کا رواج سرکاری زبان کی حیثیت سے ختم ہو گیا اور اس کی جگہ انگریزی اور کسی حد تک اردو نے لے لی۔ تاہم فارسی کا سلسلہ شاعری برابر جاری رہا اور دور و درنگ میں بھی غالب، شبلی، حالی اور آقبال جیسے ہندوستانی اور مغربی خصوصیات رکھنے والے فارسی شعراء وجود میں آئے۔ جناب محمد مصطفیٰ اسی تافہ شعراء ادب میں شامل ہیں اور ان کا فارسی مجموعہ کلام از حرف تا بہ حرف نغمہ گو بیان پاک ہند کی فارسی شاعری کی تازہ مثال ہے۔ از حرف تا بہ حرف کا عنوان خود بہت خیال انگیز ہے۔ خود شاعر نے اس کی توجیہ اس طرح کی ہے :

از حرف تا بہ حرف رسیدم بہ غمشنے

در کیفِ بے حساب نمازِ حروف بود

یہ مجموعہ حمد، نعت، منقبت، غزلیات، قطعات اور منظومات پر مشتمل ہے۔ محمد مصطفیٰ صاحب فارسی شاعری میں کلاسیکی رجحان کے حامل تھے ہیں اور ان کے اشعار و ایات میں اساتذہ کے رنگ و محن کی جھلک نمایاں ہے۔ مجموعہ کا آغاز حمد کی ایک پُر از عقیدت نظم سے ہوتا ہے :-

اے خدا اے دلہنِ بیرونِ نوازِ دل پسند
از شرارِ نور تو ایں آخرِ شیشِ ارجمند

اے خدا اے بحرِ برِ عسaulِ قوی کا درقوی
اے خدا اے لم یزل تو خود کریمِ درد مند

حمدِ سنگ کی کچھ جذبات اور عبودیت کے لطیف احساسات سے معمور ہے
حمد کی غنیمتِ الٰہی کے بد نصرت کا زمزمہ گونجتا ہے ۔

جانِ را اشارہ می دہی

دلِ را شہد ارہ می کنی

دَریائے بے پایاں ما

پیدا کرتا را می کنی

تو مرجی تو غمری

تو بزمی تو رحمتی

یا رحمتہ للعالمین

یا رحمتہ للعالمین

اس نظم کی فکلی موزوں اور آواز بیان دلکش ہے ۔

در ہستی بے جانِ من

در کشتیِ ایمانِ من

در وعدہ و بیمانِ من

در عشقِ صد آسانِ من

چوں رحمتِ عالم شدی

کار سے نادر ام از حق

یا رستم لاشیں

یا رستم لاشیں

یہ مجبور و منت کی چند کیفیت انگریزوں پر مشتمل ہے۔ عصام کی روح عشق محمدی علیہ السلام سے سرشار ہے اور اس سرشاری کے عالم میں بے ساختہ ان کی زبان پر نعت و رسالت ملک کے ذریعے گونجنے لگتی ہیں۔ نعت سرور کائنات کے بعد اشیاب قلم کا رخ نقبت کی طرف مڑتا ہے۔

حضرت صدیق آمد با وفا و یا رسا

سایتین الاولیں چون لالہ رنگیں قبا

سایک راہ ولایت نازشیں اور باب میں

درونکہ معروف در رنگیں و نفس شعہ نوا

پھر فرماتے ہیں کہ :

حضرت فاروقی اعظم اسے شہر والا نشیں

اے خلیفہ اے امام اے داعی دین متیں

اے کہ تو فاروقی انسلم در میان حق و کفر

اے مجاہد اے دلاور عظمت سیف سبیں

ایں عصام بے نوا آید یہ تو آنکسہ شہا

یک نگاہ طفت باشد ناز پرور نازیں

حضرت عثمان غنیؓ کی شان میں سرسراتے ہیں :-

تو نظم زندگی را یک بہار باجیا

تو شہر زندگی را شعہ رنگیں نوا

یک نگاہ با وفا و با صفا و با عفا

دو گستان عقیدت یک تہاں حسن

اے غنی عظم عظمت دو انسان توئی

اے امیر المؤمنین اے حضرت عثمانؓ کی

اور طرا حلقہ ہو :-

یکہ شہین بیخ زن ناکش علی مرتضیٰ

یکہ جری رزم ہرانا نازشیں ناظر وعا

در بصالت شیرانگن در اطاعت حسن ساز

در خیر انوار تابان در نکتہ ناز و نیاز

پھر حضرت غوث اعظمؒ کی طرح میں اشعار ہیں۔ لیکن یہ عقیدت اور زعم و رجحان بات یہاں سے غزل کا حصہ شمع ہوتا ہے۔ میں عرض کر چکا ہوں کہ عصام صاحب کا ذوق سخن کلاسیکی ہے۔ وہ اساتذہ کی روایت پر بڑی سختی سے عامل رہتے ہیں۔ مشق مرزا غالب کی مشہور غزل ہے :-

آغشتہ ایم بر سر خار سے بہ خون دل

قانون یا عسائی صحرانوشہ ایم

عصام صاحب کا مطلع ہے :-

ماخندہ ہائے گلشن زربا نوشتہ ایم

رقص سرور زمرخی غادہ نوشتہ ایم

علی زخم زخم بدوہ چمن تخت لخت شد

از خود دگر گر یہ غنچہ نوشتہ ایم

ان اشعار سے اندازہ ہوتا ہے کہ محمد عصام کا ایک خاص انداز بیان ہے اور

جب تک ان کے خصوص طراز اور کونہ بھانپنے ان کے کلام کی تحقیق نوعیت سے سلطنت انداز
ہونا ممکن نہیں۔

شعلہ حسن کجا وعدہ دیدار کجا است

اسے رنگِ شبنم چشمِ نسوں کا کجا است

درد اک دور کراز دوست نہ خواہد دریاں

در جہاں مریم زخمِ دل غمِ خوا کجا است

چشمِ میگون شدہ گھرنگ شرابے دارد

تقصِ بسملِ بستِ خنجرِ غمِ خوا کجا است

یہ غزل مانتہ شیرازی کے رنگ میں بھی گئی ہے۔ مرزا امید کی مشہور غزل ہے:

”چہ قیامی کو نمی دسی رنگِ بامِ بکافار“

عصام اس کے متبعین میں کہتے ہیں کہ:-

تو نگار نہ ہر وہ نہیں دی بہتر از قرب و جوارِ ما

تن و جانِ من بہ شمار تو ہمِ طلبِ نگارِ ما

ہمدراز و دردِ دلِ جو ہمہ ناز و اہمِ فریبِ کن

ہمِ خوابِ خوابِ دوامِ تو ہمہ خوابِ دہمِ ہمارِ ما

ایک غیر حرفِ غزل ملاحظہ ہو:-

آید بھی آں ناز میں چوں تابشِ رنگِ گہر

در لعلِ افوارِ خود چوں لعلِ شامِ و صحر

چوں راقمِ تصویرِ دلِ ہمِ روحِ حسنِ کماشال

آں کاتبِ تفتِ بربخشِ برکتِ لورجِ بشر

ذیلی کی سنہل بھی اساتذہ کی پسندیدہ جسرہ ہی میں ہے:-

”جسے منگیں کہ بہ پائے بہتِ ملت از رسد“

ساقیِ سیر شدہ گلِ رنگِ پستِ بہنا ز رسد

میر کہ آمدِ چہشِ نقشِ خسروانی دارد

در خرابات کسے نیست بہ عزاء ز رسد

یا

دیریں حالی پریشانی سخن را و دیماں کردی

لقابِ حسنِ خاموشی ز بانیِ گشتاں کردی

چرا ہم چشمِ عثمانی سوادِ کھکشاں کردی

چرا حسنِ نگارِ نگاہاں اندر نہاں کردی

زبانِ گستاخی کو نقابِ حسنِ خاموشی اور چشمِ عثمانی کو سوادِ کھکشاں سے تعبیر کرنا

نورِ عصام صاحب کے طرزِ بیان کی خصوصیت ہے۔ آپ ان کے پورے کلام پر نظر ڈال

جائیے اس قسم کی ترکیب جابجا نظر آئیں گی۔ وہ ان ترکیب کے موجد ہیں غرض

کے ضمن میں ایک دلچسپ نقیض بھی ہے۔ امیر خسرو کے مشہور شعر ہے:-

ہر قوم راست را ہے دینے و قبیلہ کا ہے

من قبلہ راست کردم بر سمتِ کج کا ہے

اس کے مصرعہ ثانی کو جناب عصام نے نقیض کیا ہے۔ فرماتے ہیں:-

تو ناچسن داری ہمِ مذہبِ نگاہ ہے

ایں گیسوئے سلسلِ ہمِ خطِ بزو گاہ ہے

ایں کر زرشنِ نزاکتِ ایں سنبلِ و گاہ ہے

ایں نالہ و فغانے ایں آہِ صبح گاہ ہے

من قبلہ راست کردم بر سمتِ کج کا ہے

لڑائی نزاکت اور سبیل گنگا و شاہی کے پسندیدہ امتحانے ہیں۔ تبصرہ افی
غزل نہ صرف قوالوں بلکہ تمام خوش ذوق حضرات کے درد زبان ہے۔ انہوں نے بھی
اس کج میں طبع آزمائی کی جسے سب سے بڑے ہیں۔

نہ چشم ناز بدستقی، بعد بہاری رقص
سکوں در دلِ گرد اوم بہ حکم باری رقص
تبسم ہائے معشوقے کستہ فتنہ بیباہیم
من بیدل بہ سستی مسر یا زاری رقص

اور وہ رو دکھ کی مشہور غزل۔۔۔۔!

یوئے جوئے مولیاں آید بھی
بہت سے شعرائے اس سہ زین کو مسخر کیا ہے۔ جو قصام نے بھی اس بحر میں طبع
آزمائی فرمائی ہے :-

نازِ خواب کہکشاں آید بھی
نہرِ حسن جوہرِ آید بھی
با دکا رنہ جا دوئے دوست
باز خواں و غلبہ غراں آید بھی

نبوک کو نازِ خواب کہکشاں اور نھرِ حسن مہوشاں سے تعبیر کرنا شاعر کے اندازِ خیال
کی طرف اشارہ ہے۔

آخر میں انتخاب کے عنوان سے منظومات پیش کی گئی ہیں جن میں سب سے پہلی
مہرِ خات کہ خاندنہ و قصاص صاحب کے ایک قصائے کے اقتباس پر کیا جائے، جس کا
عنوان ہے "پاکستان میں فارسی"۔ جوازِ دلائل "تکلفے ایک کہ"۔

"یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ فارسی در آمد شدہ از ایران،
افغانستان، ماد و الہم سر ہے۔"

اور اس در آمدی تعلق کا سلسلہ از رنگ زیب عالمگیر رنگ تا
رہا۔ اس کے بعد تحقیق تر ہوتے ہوئے بالکل غم پر گویا۔
اس کے بعد درد آمد کردہ فارسی نے افغانستان، بلخ، بخارا
سمقند، یارقند، جسا را نیز ترکی کے چند علاقوں اور پرمغیر

پاکہ ہند میں مقامی، سانی، جفرانی، سحاشری اور دوسرے
مروغی اثرات قبول کرتے ہوئے نئے ادب ان کی پوشاکیں زیب
کیں۔ لہذا اس کا (فارسی زبان کا) مزاج بدلا۔ چولا تو وہی رہا
مگر مقامی حالات و کائنات کا نقش اُبھو کر سامنے آیا۔ اب فارسی

نقطہ متاع ایران ہی نہ رہی بلکہ جنس عام حکم کوچہ و بازار
میں آگئی۔ اہل زبان صرت ایرانی ہی نہ رہے بلکہ جہاں جہاں
بھی اس نے رواج پکڑا وہیں خود اہل زبان پیدا ہوتے رہے
طوال کئی قرون سے مثالی پیش نہیں کی جا رہی ہیں۔ مگر ایک

عالمِ ادب نگاہ اس حقیقت کو نہ کہ پہنچا دے گی کہ مرزا عبدالقادر
بیدل، امیر خسرو، بدایع، فیضی، حضرت خواجہ نظام الدین اولیا
حضرت شرف الدین گنجی غیری اور دیگر مشاہیر سے لے کر گرامی
جالتہ عمری، غنی، کاشغری اور علامہ اقبال، صفی، شمس اور فیضی جان مگر

نکند فارسی کی قدیم پسند و نواز
جناب عظام صاحب نے فارسی کی مقامی حیثیت کی اہمیت پر جو روشنی ڈالی ہے
اس سے انکار ممکن نہیں۔ خود ان کے جو کلام میں مقامی اثرات پوری طرح کار فرما ہیں۔ ان کی
مشاہدے پسند کریں مگر میں تو اپنا ہی نام ہی بھول چکا ہوں۔

۲۷ اگست ۱۹۷۷ء

آہنگِ فارسی

عصام

اور ہمارا اچھڑ

ہمارے کلچر اور ہماری زبان کا فارسی پر اس قدر انحصار ہے کہ اگر فارسی کا عنصر غائب ہو جائے تو ہمارے یہاں بہت ہی تھوڑا سا رہا جاتا ہے۔ گاہے گاہے ہمیں اپنی لڑائی کی عمارت کو قائم نہ رکھ سکیں گے۔ عربی یقیناً ہمارے مذہب کی زبان ہے۔ مگر ہمارے کلچر اور ہمارے لٹریچر کی زبان پھر بھی فارسی ہی ہے۔ میں کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ ہم آجکل اپنے بچوں پر کتنا ظلم کر رہے ہیں کہ ان کو فارسی سے دور کرتے جا رہے ہیں۔ فارسی کی مدد کے بغیر وہ اپنے دل کی آواز کو سن سکیں گے؟ اور جب دل کی قوت گویا سبب ہو جائے اور تباہی لپیٹ کر اٹھارہا پھر اچھڑنے کا موقع ملے۔ تو انسان اور حیوان میں فرق ہی کیا رہ جاتا ہے؟

جناب عصام نے اپنے خوبصورت کلام کا یہ جوہر شائع کر کے بہت بڑی خدمت کی ہے۔ انھوں نے ایک بار پھر رائج کر دیا ہے کہ ہمارے یہاں فارسی ہنوز زندہ ہے اور ہم اس کی اہمیت اب بھی محسوس کر رہے ہیں۔ خدا کرے کہ ان کی کوششوں سے یہ جذبہ مزید فروغ پزیر ہوتا رہے۔ عیدان کی قادر الکلامی کا تاج بھی چمکا ہوں۔

پیر علی محمد راشدی

۲۱ مئی ۱۹۸۳ء

حکیم نثار احمد علوی (ملک)

نغماتِ عصام

سرکاری زبان ہونے کی وجہ سے برصغیر پاکستان و ہند میں اٹھارہویں صدی عیسوی تک فارسی زبان کا سکھ رائج تھا، تہذیب و تمدن، شعر و ادب، رسم و رواج سب پر فارسی چھائی ہوئی تھی، تفصیل میں چاہئے تو معلیم ہوگا کہ اس کے گہرے اثرات آج بھی نمایاں ہیں اور صد درازم تک فارسی تہذیب و تالیفات کی زبان رہی ہے۔ اُن کی وجہ یہ تھی کہ اس زبان کی پشت پر صدیوں کی تاریخ تھی اور اس کے سامنے نہ جانے کتنی تہذیبی توشہ شکست و ریخت ہوئی اور متعدد قوموں کی معاشرت کا اختلاط، ان کے فلسفوں کا اختلاف، ان کی نسلی اور جغرافیائی خصوصیتوں کا انعکاس اور سیاست اور مذہب کا تہذیب فارسی کے فکر و عمل پر اثر انداز ہوا۔ اس لئے اس کے اسباب میں متنوع اور اظہار و ابلاغ کی نیرنگی پوری قوت سے پیدا ہو گئی۔ یہی سبب ہے کہ سنسن دور کی شائستگی نے فارسی کو اپنے حکیمانہ افکار و خیالات اور ادبی آثار کے اظہار کا وسیلہ بنایا لیکن جب اٹھارہویں صدی کے وسط میں ہندوستان کی سیاسی حالت کمزور ہونے لگی تو فارسی پر بھی اس کا اثر پڑا اور جب تہذیب و تمدن کا نازک پورا انداز کی پیوست اور خوف و خطر کی تمازت کا مقابلہ نہیں کر سکا تو فارسی زبان و ادب بھی ان بھارتی حالات میں ٹھہرنے لگے لیکن جب دربارِ آودھ میں خوشحالی اور تقدروانی کا دور دورہ ہوا تو ایران سے کثیر تعداد میں ادب و شاعر ترک وطن کر کے آ گئے اور فارسی ادب پر دوبارہ ہمارا چمکا اور اُن آئے والوں نے ہی اس دور میں فارسی کی شمع فروزاں رکھی پھر اس کے بعد خود

ہا کہ یہ فارسی کے شعر پر غنت میں بھی طبع آزمائی کرنے کے لیے گویند کہ اب برصغیر کی معافی
نہیں اور ہندی ترقی کرنے لگی تھیں لیکن ان شعرا نے فارسی دوزخ و عذاب میں
کے افکار و مضامین کو اس طرح اردو میں محدود کیا کہ ان کا رابطہ عوام سے ہو گیا اور اردو
ادب اور شاعری میں بھی وہ حکایتیں اور شکایتیں جھانگیں حقیقت تو یہ ہے کہ یہ
فارسی زبان کی تعلیم تھی جس کی بے نظیر ہادنگ نے مثل رنگینی دل آویز شیرینی اور حقائق
سے بہرہ لانا غنت نے برصغیر کے اہل دانش کو متاثر کیا اور برصغیر میں ایک اسلامی شہری
کلچر کا ایسا آمیزہ بنا دیا جس کی نظیر دنیا میں بہت کم ملتی ہے۔

ہمارے قومی کلچر اور ثقافت برابر ان کے قومی کلچر اور ثقافت کا بھرپور اثر
آج بھی ہے جس طرح فارسی کے ادب اور شعر سے ہم ان ثقافت کا تعین کر سکتے ہیں
اسی طرح ہم اردو ادب سے اپنے قومی کلچر کا تعین بھی کر سکتے ہیں۔ فارسی کا سرمایہ
شعر و شاعری بڑا متنوع ہے اور اس میں انداز و بیان کے اتنے عجیب و غریب نمونے
ہیں کہ کمال اور زبان میں شکل سے نظر آتے ہیں۔ غزل، قصائد، مثنوی اور رباعی وغیرہ
کا جتنا دافر و ذخیرہ فارسی زبان میں موجود ہے اس سے ہر شخص واقف ہے اور اس میں
شمک ہیں کہ اس سے شعرا نے ایران کے مذہب و روح شاعری پر روشنی پڑتی ہے بلکہ بھی
پتہ چلتا ہے کہ وحدت بیان اور قدرت شعر گوئی کے لحاظ سے انھیں کتنا بڑا اثر حاصل تھا۔
میری نظر میں فارسی اردو زبان کی روایت ہے۔ اردو ادب کا مطالعہ کیجئے
تو معلوم ہوتا ہے کہ برصغیر کے سماج اور نظام تعلیم میں فارسی ہونیا کا کلام اور ان کے
ادکار و اسرار اور تصانیف کی صورت میں مدت و راز تک مروج رہے ہیں اور اردو
شاعروں نے بڑی آسانی کے ساتھ اپنے احساسات و خیالات کے اظہار کے لئے موزوں
الفاظ نکالے ہیں۔ بقول غالبؔ

ہوں گرمی نشاط تصور سے لہجہ سنج

آج ہم فارسی زبان کو فراموش کر چکے ہیں حالانکہ وہ ہماری روایت ہے اور

تھی اب یہ حال ہے کہ ہم نہ تو اپنی روایت سے آشنا ہیں اور نہ ہم میں کسی اور روایت
کو اپنے میں سمونے کی صلاحیت ہے۔ اسی لئے اردو ادب میں اب ٹھوس ادب اور
عہد ساز تخلیوں اور ادیبوں کا فقدان ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ روایت کے معنی
علم اور تہذیب کی وہ تمام استعداد ہے جو ماضی سے انسان کو حاصل ہوئی ہے۔ یعنی
روایت وہ روح ہے جو عصر و ایں میں دھڑکتی ہے اور اس روح کا ادراک اپنے
گرد و پیش پر نگاہ رکھنے سے ہی ہو سکتا ہے اس کے لئے ایک بے بنیاد نظر لازمی ہے یہی بنیاد نظر
وہ علم فراہم کرتا ہے جو قدرت و فتن قلیلی اور ادا کو مستحکم کرے۔ فارسی کی روایت کو قائم
رکھے بغیر ہم اردو ادب کے مستقبل کو سوچا نہیں سکتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ پاکستان میں
فارسی زبان سے بے اشتنائی نے نئی نسل کو معیاری ادب اور میااری علم پیش کرنے سے محروم
رکھا ہے۔

موجودہ معاشرے میں روایت کو زندہ رکھنا ہمارے کم نہیں ہے بلکہ سرت ہے
اور مصداق صاحب لائق ستائش ہیں کہ انھوں نے یہ فرض بخن و خوبی انجام دینے کی کوشش
کی۔ وہ کم و بیش پندرہ سال سے فارسی میں شاعری کر رہے ہیں لیکن چھپنے چھپانے سے
گرم کر رہے ہیں اور یہ مجموعہ بھی جدا صاحب کے اصرار و تبلیغ کو الے پر تیار ہوئے جگہ
معاشرے میں حب سے مغربی تہذیب داخل ہوئی ہے ہمارا روایتی معاشرہ بکھر رہا ہے
ہمارے عقائد خراب ہو رہے ہیں ہمارا اخلاق گمراہ گیا ہے اور معاشرتی روایت تیزی سے
دوبہ نوال ہے۔ اب تو ہر شخص یہ کہتے سنا دیتا ہے کہ قدیم بڑک لگی ہیں اور
روایات ک کوئی توجہ نہیں ہے۔ ہمارے ایسے چند افراد جو چرائی و صنعت داری اور
روایت کے نام پر ہیں اس معاشرے میں اچھی بن کر رہ گئے ہیں اور یہی وجہ ہے
کہ مصداق صاحب کا فارسی میں شاعری کرنا بھی ایک اجنبی بن گیا ہے۔

مصداق صاحب کب پیدا ہوئے، کہاں تعلیم پائی، کہاں کہاں رہے یہ کیا کیا
کرتے رہے ہمیں کس سے فیض حاصل ہو سکتا ہے کون سی زبانیں سیکھیں ہمارے اور آپ کے

دل میں یہ خیالات حضور آ رہے ہیں اور ان کا آن فطری ہے۔ یہ تو ان کے سوانح نگار
 بنا سکتے ہیں یا وہ خود بتائیں، میں تو ان سے ان کی شاعری کے واسطے سے متعارف ہوں
 اور ان کے کام اور کلام سے ان کو جانتا ہوں۔ ہاں یہ مجھے ضرور معلوم ہے کہ عصام صاحب
 ہندوستان کے مشہور مصوبے ہمارے متعلق رکھتے ہیں۔ وہی بہا جس کا صدر مقام عظیم آباد
 ہے اور جہاں مولانا سید سلیمان ندوی، سید عبدالغنی محسن، پیر فیض احمدی حسین قری
 قاضی عبدالودود، پیر فیض محمد الغنی، سید جمیل منطہری، پیر فیض کلیم الدین احمد جیسے
 اہل قلم پیدا ہوئے اور مرزا عبدالقادر تیلو، قزو عظیم آبادی، امجد بہاری، قضا عظیم آبادی
 انجم مانپوری، چٹان عظیم آبادی، لالہ منتاب رائے شتاب جیسے شاعروں نے جنم لیا۔
 عصام بھی دلچسپ انسان ہیں چہرہ مہرہ سے شاعر لگتے نہ ادیب، نہ نین زانو
 کے ماہر، ہاں ان کو ضرور معلوم ہوتے ہیں مجھے پہلی حالات میں انھیں فارسی شاعر جان
 کر بڑی حیرت ہوئی کہ ایک پاکستانی استاد فارسی کا شعر کیسے ہو گیا۔ اس زمانے میں
 تو استاد کو درس دے دین سے بھی دلچسپی نہیں رہی ہے وہ تو مدرسے سے نکلے کو جامنیک
 زیادہ تر سیاست کی اگھاڑ بچھاڑ میں مصروف رہتا ہے اگر آپ عصام سے ملیں تو ان
 کی سادگی، خلوص اور جذبہ اخوت دیکھ کر یہ اندازہ نہ کریں گے کہ شخص انفرادیت
 کا حامل ہے۔ فارسی اور ترکی زبان سے اس کو عشق ہے یہ ایسی مہلتے تند سے سکر
 ہے کہ جس سے بھی ملائی ہو اسے اپنے فارسی اشعار کا کردار وصول کر لے۔ اس کی
 فارسی زبان اتنی آسان ہے کہ اگر وہ جانے والا بھی بے آسانی اس سے لطف اندوز ہوتا
 ہے اور اس کو دیکھ کر کہہ اٹھتا ہے کہ

میں حقیر گویا بہ عشق راکا میں قوم

شہانِ بے کمر و سر دان بے کمر اند

حقیقت تو یہ ہے کہ عصام کے دادا عبداللطیف تھا اور ان کے نانا
 نواب امداد اکبر اور دادا اور فارسی کے مسلم ائمہ شاعر گروہ میں سے اور آج بھی ان

کے قریبی اعزہ میں ڈاکٹر اختر امام سری نکا میں اور اصغر جی کا ہندوستان
 میں اردو اور فارسی ادب کے نامور شعرا میں شمار ہوتا ہے۔

جب کسی شاعر کے دل کی کشتی طویل انڈیشن اور خاموش فکر کے گردابوں
 سے غرق رہے تو کیا اسے ایک شاعرہ برقی نظر آتا ہے جس کی تائیں شعر کی
 صورت میں نظر آتی ہے۔ اس طرح ادب اور شاعری کے شاہ کار اور انمول خیالات
 محض ایک حادثہ یا اتفاق بن کر مٹتے آ جاتے ہیں اسی لئے کہا گیا ہے۔

Literature that is of
 lasting value is an accident.

عصام صاحب کی فارسی شاعری پاکستان کے موجودہ دور میں بلاشبہ ایک
 اتفاق اور حادثہ کی صورت میں مشکل نظر آتی ہے۔ میں راہ شعر و ادب میں خواہ
 وہ ایک کتاب کی صورت میں ہو یا ایک سطر کی صورت میں، ہمیشہ کسی "حادثہ"
 کی تلاش میں رہا ہوں، اس کو فنی "اہام" اتفاقاً کچھ بھی کہا جاسکتا ہے جس شاعر
 کی نغمہ سراہوں سے یہ رنگ چھتا ہے کہ اس کے اندر ایک روشنی ایک ڈھنگ
 جنوں اور ایک اظہار کے بے چینی نظر آتی ہے، میں اس شاعر کو دیکھ کر مطمئن ہو
 جاتا ہوں اور مجھے یقین آنے لگتا ہے واقعی جو نہیں ہے اور ابھی اہل دنیا
 اہل نظر، اہل دل سب کے سب زندہ و قائم ہیں۔ یہی یہ خوش قسمتی کیے
 یا خدا کی دین کہ دنیائے انشاء میں جب بھی کسی سے فکر آتا ہوں تو اتفاق یا
 حادثہ کی بدولت — چنانچہ ۱۹۸۳ء میں بھی میں اس حالت سے
 دوچار ہوا اور یہ اتفاق یا حادثہ میرے لئے عصام صاحب کی شکل میں
 پیش آیا جو لسان الخیب کے اس شعر پر عمل کرتے ہوئے شاعری کرتے ہیں
 حافظ سخن بگویی کہ در صغیر جہاں
 این نقش ماند از قدمت یادگار عمر

عصام کی داری شاعری ایک مفرد رنگ رکھتی ہے۔ وہ ناری میں چہرہ
غزل کہنے کا قدرت بھی رکھتے ہیں۔ ان کے کلام میں رنگینی، زبانیت اور
جدت پسندی نظر آتی ہے۔ غزلیں کیا ہیں شرب و آتش ہیں جس کے
نشے میں غلام چشم ساقی بھی ملا ہوا ہے پاکستان میں عصام نے شک نیست
چمن ناری ہیں بیکہ وہ گلگشت کرنے والوں کی نظروں کی رونق اور گلچیں کے
دست و دامان کی متاع عزیز ہیں۔

پچھلے سال کا واقعہ ہے کہ ان کے مکان پر ایک تواری کی فضا بھی ہوئی
تھی، حالِ حال کی رو میں جاری تھیں۔ مشہور پاکستانی دانش ور ڈاکٹر اختر امام
کی فرمائش پر قوال عصام کی یہ غزل گارہا تھا، اور حاضرین کی فضا و
سرور میں غرق تھے۔

خیالات رنگیں اثر می فروشم
نور او نظر رہ گزرمی فروشم
نوشہ کے جاں نفس شک و عنبر
شہام نہاں منتشر می فروشم
نوشہ چشم سہ چشم ما میکہ شد
خمار نظر در نقطہ می فروشم
برائے حرارت اگر خواہی آتش
ز صحن بتاں یک شر می فروشم
عصام کہ بازار سود و زیانم
دل و جان بہ نوبہ دگر می فروشم

اور مجھے اس محفل میں یہ محسوس ہو رہا تھا کہ میں آج سے پچاس سال قبل
کا گوری کے عرصہ کی ایمان و عرفان سے لبریز محفل میں سانس لے رہا ہوں

اور مملوک کی مندریں ملے کر رہا ہوں اور کا گوری کے ایک عظیم ناری شاعر
حضرت ساحر کا گوری کی غزل کا گائی جا رہی ہے جس کا مطلع یہ ہے۔
ہر تیغ جھٹکے تو سر می فروشم
ہر زخم سنانت جسک می فروشم

میں جب اس محفل سے واپس آیا تو ساری رات غزل کے خار میں
گزری، صبح ہوئی تو بار بار اشعار زبان پر آتے رہے اور پھر تو ہم دونوں نے
کچھ ایسی وضع داری بنا لی کہ آج تک شاعر کو بھی پڑھنا ہوں اور اس کے کلام
کو بھی۔ اور اب حال یہ ہے کہ اکثر محسوس ہوتا ہے کہ ایک پرنضا باغ میں ہوں
اور یہ باغ "باغ عصام" ہے جس کی رنگینی اور لطافت دل فریب اور دلکش
ہے اور جذبہ شوق بے ساختہ شیر بخا کلام کی داو دینا چلا جا رہا ہے کبھی مجھے
اپنی زندگی کا دورق پڑنا ہوا معلوم ہوتا ہے (اور ۱۹۸۴ء یا ۱۹۸۵ء ہے جب میں
حافظ شیرازی کے کلام کو پڑھتے پڑھتے گلگشت مصلیٰ اور آب رنگا باد کی تعریف
میں محو ہو گیا تھا ویسے ہی اب ۸۴-۸۵ میں دوبارہ اسی چمن میں چہل قدمی
کر رہا ہوں عصام کی غزل کی دوا آتش شرب کے جام بہم پہنچے شروع کر دیے
ہیں اور مزے ملے گویا کہ یہ کہنے لگا ہوں۔

بدو ساقی نے باقی کر درجیت نہ خواہی یافت

ہر چند کہ میرے دوستوں نے میری اس بے تکلفی کو تعجب سے دیکھا
اور "بیک" کے نعرے کے بجائے میرے لبوں سے "ہات الصبح" کا
شور مگر مجھے حلاوت کرنے لگے لیکن ان دلچسپیوں میں ایسا محو ہو گیا کہ
کسی کی پروا نہیں ہوئی، اگر کبھی کچھ خیال بھی ہوتا ہے تو دل کہتا ہے۔

شیوہ زندگی نہ لائق بود آتما اس زماں
چوں در افتاد چہ اندیشہ دیگر کنم

تقریباً ایک سال اس مہربان میزبان کے باغ میں نہایت لطف سے گزرا اور چُن چُن کر پھولوں کا یہ گلہستانہ تاثرات تیار کیا جو آپ کی نذر ہے۔ مجموعہ کلام دیکھ کر آپ خود اندازہ کر سکیں گے کہ اس گلہستانہ سے کس قدر رُوح افزا اور سرور انگیز خوشبو مشام جالی کو معطر کر رہی ہے اور آج ہماری روایت کے حوالے سے پاکستان کو کس قدر نادر اور حیات بخش تحفہ حاصل ہوا ہے۔

یہ بھی عجیب واقعہ ہے، جسے آخر میں بیان کرنا ضروری خیال کرتا ہوں کہ جب یہ مضمون مکمل کر چکا اور دیوان حافظہ سے کلام عصام کی قدر و قیمت کے لئے رجوع ہوا تو یہ شعر برآمد ہوا ہے کہ
کے گیر و خطا در نظم حافظ
کہ پیش لطف در گوهر نیا شد

نثار علوی

سراج، یکم فروری ۱۹۸۲ء



نثار علوی

عصام کی فارسی شاعری میں جدت کا ہنر

ادب چونکہ زندگی اور زمانے کی سیاسی، سماجی، مجلسی، تہذیبی اور فکری آثار چڑھاؤ، تیز و تہیہ دل اور رنگینی و تیزگی کا مظہر ہوتا ہے اس لئے عجب تک اس کی رشتہ اپنے ہمدرد زندگی سے مربوط رہتا ہے ادبی روایت کے آگے بڑھنے اور نشوونما کے مراحل طے کرنے کے لئے راستہ کھلا رہتا ہے جب ادیب و شاعر اپنے ہمدرد مختلف النوع مسائل اور دیگر درخشاں حالات و واقعات کی طرف سے آنکھیں بند کر دیتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ ادیب پر جمود طاری ہو گیا ہے۔ جاری ادبی دوا کو اپنے تسلسل کی رفتار میں بار بار ٹھہراؤ اور جمود سے دوچار ہونا پڑتا ہے اور بار بار اپنی فکر و نظم کی اعلیٰ صلاحیتوں اور ذہنی بصیرتوں سے اس جو کو توڑ کر اور اسے ایک نیا عصری شعور عطا کر کے اس کا رشتہ زندگی اور اس کے مسائل سے جوڑ دیا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ جہاں بھی ادیب ہر سست روی اور نیم جانے کے آثار پیدا ہوئے ہیں اس کی دگوں میں منہ کر کا تازہ ہو دوڑا کر اس کو از سر نو زندگی کے قدم پر قدم سفر کرنے کا اہل بنا یا گیا ہے۔ حالات و واقعات کی تغیراتی کیفیات کے ادراک اور رد و دست چول کے نئے نئے سانچوں کی بنیاد پر روایت بہت نکاح کے ساتھ اپنا سفر طے کرنے کے قابل ہو جاتی ہے اور اس نقشہ و تبدل کے نتیجے میں نئے نئے اذہان و افکار جنم لیتے ہیں، جو ادیب و شاعر اس تسلسل کا نشان رکھتے ہیں، ان کا شمار روایت کو آگے بڑھانے والوں میں ہوتا ہے، اور جو اس

بے خبر رہتے ہیں ان کی حالت تو یہی ہوتی ہے جو شاخ سے ٹوٹے ہوئے پتے یا دریا سے کٹ چلنے والی لہریں ہوتی ہے۔

ادب و شاعری بعض پہچاننے اور زندگی کے ساتھ اس کی تفسیر راقی رنگارنگی کا شعور رکھنے والے کسی ایک دائرے تک محدود نہیں رہتے بلکہ اپنی نوعیت میں اور دنیا سے اور تجربہ سے کہیں بہت سی اس میں بہت سے رنگ بھرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہر زمانے کا ادب اپنے عہد کے سیاسی، سماجی، مجلسی، تہذیبی اور فکری مسائل کی نئے انداز سے ترجمانی کرتا ہے۔ کچھ انکار و انکسار بردہ گفت گوی میں چلے جاتے ہیں ان کی جگہ کچھ نئے الفاظ و افکار عیاں ہوتے ہیں آتے ہیں جن کی وجہ سے اظہار و اسلوب میں جدت اور نادرہ کاری وجود میں آتی ہے۔ روایت کا یہ سفر صدیوں سے جاری ہے اور اس کے تسلسل کا یہی عمل نئے نئے چہرے ہمارے سامنے لاتا ہے، ان کی نثری صلاحیتوں سے میں متعارف کرانا اور ان کی شاعرانہ شناخت میں ہماری مدد کرتا ہے۔

۱۰ آخر تو تابہ عرف کے خالق جناب عصام عظیم آبادی بھی ادب کے اسی تفسیر راقی اور نوعیت منفر کے نتیجے میں دریافت ہوئے ہیں۔ ان کی شاعری کا انداز روایت کے تسلسل کے دائرے میں رہتے ہوئے ایک لہجہ ادبی زاویہ رکھتا ہے۔ وہ زندگی اور ادب دونوں میں نئے نئے تجربے کر کے قائم ہیں۔ کامیابی اور ناکامی بعد کی بات ہے۔ وہ تجزیوں کی ناکامی کے خوف سے میدان چھوڑ کر نہیں جھگٹتے اور اپنے آپ کو، لکیر کا فقیر نہیں بنے دیتے۔

۱۱ آخر تو تابہ عرف کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہیں فارسی کے علاوہ تمام علوم و معارف کی بصیرت حاصل ہے، ان کا فارسی مطالعہ قدیم و جدید دونوں مدرسہ ہائے فکر پر محیط ہے۔ یہی سبب ہے کہ انہوں نے قدیم و جدید فارسی شعرا و

کی غزلوں پر ایک اہل زبان کی طرز سراج طبع آزمائی کی ہے اور یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ انہوں نے ان سب سے کچھ کر ابداع و اختراع کی ایک ایسی راہ نکالی ہے جو خود تراشیدہ ہے اور ان کی فارسی شاعری پر ان کے انفرادی تشخص کی مہر لگائی ہے۔

میں نے انہیں دو چار ادبی نشستوں میں اپنا کلام سناتے اور اس پر مجلس میں موجود ان شعراء کو طعن کرتے بھی دیکھا ہے جو لکیر کے فقیر ہونے کے باعث تنقید اور نئے پن کو سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہیں۔ انہیں معلوم نہیں کہ منزل مقصود حرافت و بے وفائی سے آگے بڑھنے کا نام ہے۔ ایک خاص دائرے میں گروہ کش کرنے والے اس دائرے سے باہر دیکھنے کی اہلیت ہی نہیں رکھتے۔ مثنوی کے گھر وندوں پر عمل کا قیاس کرنے والے فنِ تعمیر کی نہ اکتوں کا اور اک کیسے کر سکتے ہیں؟ ان لوگوں کو شبہ نہیں کہ روایت کو ایک برہنہ کر سنے، اس کے معیار دینے اور اس پر پھول چڑھانے سے روایت کے نشور نہا اور اس کے تسلسل کی سانس رک جاتی ہے۔ روایت کو زندہ رکھنے، اسے آگے بڑھانے اور اس کے نشور نہا اور ارتقا کا عمل تیز کرنے کے لئے کسی کی رگوں میں تا نہ اور جوان ہو ڈرانا ضروری ہوتا ہے۔ اور جب یہ ہموار کرنے لگتا ہے تو روایت ایک لگانا لگی لے کر مجید اور ہو جاتی ہے۔ آج کی روایت کے چہرے پر زردی کے آثار بھی کسی گراگرم خون کے عینے کے منتظر ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ

”کون ہوتا ہے حرافت سے مرد افشکن عشق“

ملک نہیں ہے سعادت عصام کے مقصد میں ہو۔

ہمارے ادبی حصار شاعر کا عالم ناک پہلو ہے کہ وہ ہر اس شاعر اور ادیب کا راستہ روکنے کی کوشش کرتا ہے جو فرسنگی کے جس کو توڑ کر تازہ ہوا

میں سانس لینا چاہتا ہے۔ اس معاشرے کے بیشتر افراد کسی تخلیقِ عمارت کے مکمل ہونے سے پہلے اس کی خرابیوں پر اٹھنا خیال مشروع کر دیتے ہیں۔

غالب اور شیکسپیر کے زمانے کا معاشرہ اگرچہ آج کے معاشرے کے مقابلے میں زیادہ مکمل اور برداشت کا حامل تھا پھر بھی ہندوستان میں غالب اور انگلستان میں شیکسپیر برطانوی طاقت کی جو سنگباری کی گئی اس کی تاریخ ہمارے سامنے ہے شیکسپیر پر الزام لگایا گیا کہ وہ مرے سے شاعر ہی نہیں ہے، اسے زبان و بیان کی بے شمار بے ضابطگیوں کا مرکب قرار دیا گیا۔ غالب کو پہل گو اور شاعر راہزنزاکتوں سے عاری کہا گیا اور اس کا اس حد تک مضحکہ اڑایا گیا کہ اسے کہنا پڑا "مگر نہیں ہیں مرے اشعار میں معنی نہ مہی" اور خود کو "عندلیب گلشنِ ناآفریدہ" کہہ کر اپنی انا کا بھرم رکھنا پڑا۔ مگر حبیب غالب اور شیکسپیر کے تخلیق کار ناموں کو تحقیق کی چھلنی میں چھانگایا تو دونوں اپنے اپنے عہد کے بڑے فن کار قرار پاتے۔ ایسی صورت میں اگر حساب عظام کو اپنے معاشرے کی طرف سے ایسے ہی حالات کا سامنا کرنا پڑے تو انہیں بالواس نہیں ہونا چاہئے بلکہ اچھے مستقبل کا انتظار کرنا چاہئے۔

ادب کو جو یہ جدید تر بنانے کے لئے بھڑ میں کوششیں کی گئی ہیں اس لئے اگر عظام کا ذہن بھی آج اس طرح کی کوششوں میں اپنا کردار ادا کر رہا ہے تو کیا پر کسی کو اعتراض کی گنجائش نہیں۔ تجربے وہی کرتا ہے جس کے پاس تجربے کے لئے ذہنی اساس اور فکری بصیرت فطرت کی طاقت سے موجود جو مشکل یہ ہے کہ لوگ جدت اور تفریح کی مشکلات پر بخور کرنے کے بجائے اسے آسان اور سہل المصول سمجھتے ہیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ روایت کے سفر میں جدت کی منزل مطالبے اور شاہدے کی بے شمار تہوں اور پرقوں کو کھولنے اور درنگار گئی کے سیکڑوں مراحل سے گزرنے

کے بعد آتی ہے اور یہ بھی ہوتا ہے کہ صدیوں کے مطالعے، تجربے اور شاہدے سے گزرنے کے بعد بھی آدمی نئے نئے فن کی منزل سے محروم رہتا ہے۔ فکر و خیال کے حوالے سے ہزاروں باتیں کہی جاتی ہیں مگر ان میں سے ایک آدھ بات ہی ایسی نکلتی ہے جسے بالکل نیا کہا جاسکے۔ نیلای کسی دشت کا پہل نہیں جسے آسانی کے ساتھ شاخ سے توڑ لیا جاسکے۔ جدت اور تفریح کا بڑھتا ہوا ہوتا ہے۔ تجربے اور شاہدے سے آج مزید چلا جاتی ہے عظام کی فطرت میں یہ جزو موجود ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ وہ اپنے طرزِ فکر سے اس کی قیامت کے لئے کیا پیرہن تیار کر رہے ہیں۔

عظام کا ذہن، ادب حرف، میں بڑھ کر اپنی ابدی و اخلاقی ذات کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اس اعتبار سے وہ ایک بڑا بلا نہیں ایک رواں دواں چھتے کی رکتے ہیں۔ ان کے اندکا دیرِ تحقیق و جستجو اور شاہدے اور تجربے کی پرچھائیاں سانس لیتی نظر آتی ہیں۔ وہ اپنے اسلوب کی نئی نئی سمتوں اور جہتوں سے روایت کی دنیا میں نئے نئے افق ترکتے، نئی نئی راہیں نکالتے اور نئے نئے تجسس بے کرتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ ان کے یہ تجربے بھی قبولِ عام کی منزل تک نہیں پہنچتے۔ قبولِ عام کی منزل بھی بڑی عجیب ہے۔ یہ بھی ایک پل میں آجائی ہے اور کبھی صدیوں اس کا سراغ نہیں ملتا۔ لیکن ہمیں اس کا یقین ہے کہ اگر وہ اسی طرح اپنے موقع کی کامیابی کے لئے جد و جہد کرتے رہے تو وہ دن دور نہیں جب وہ فارسی ادب کے افق پر ایک نئے ذہن اور جدید طرزِ فکر کے شاعر کی حیثیت سے ظہور ہوں گے۔ ان کے بیشتر اشعار کو خط کشیدہ کرنے سے ہماری مدد یہ ہے کہ قارئین ان کے اجماعی و اختلاقی ترادفوں اور ان کی سطح کے دھارے کی رفتار کا اندازہ لگا سکیں اور اس عمل کو کسی اور عینک سے دیکھنے کی کوشش نہ کریں۔

عظام نے متحدہ مقامات پر ایسی جدید ترکیب وضع کی ہیں جو فارسی ادب

کی عام روایات سے ہٹ کر ہمیں لیکن ان تو ایک پرناک بھوں چڑھانے کے بجائے
ٹھنڈے دل سے ان پر غور کرنا چاہیے۔ انہوں نے فارسی کے تقریباً تمام اساتذہ کا
مطالعہ کیا ہے اور ان کی زمینوں میں بیج آزمانی کی ہے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں
کہ وہ ان شعراء سے بلند قامت ہیں یا ان کے اس عمل سے ان کی شاعرانہ عظمت اور
استادانہ حیثیت میں کوئی منسوق ہوا ہے۔ دراصل یہ ایک طرح کا تذکرہ عقیدت
ہے جو عقاصم نے اپنے پیشروں کی خدمت میں پیش کیا ہے اور ان سے فکری و فنی
استفادہ کر کے اپنے لئے ایک جدا گانہ تراکمانے کی سعی کی ہے۔

ہندوستان میں فارسی کا وہ دور ہمارے سامنے ہے جب ایک طرف فارسی
دغری زبان تھی اور اس کی شہرہ، عداوت، غری، گداز اور نزاکت کا طوطی بول
رہا تھا اور دوسری طرف اہل ذوق عوام و خواص میں اس کی روانی کا ہر دوڑ رہا تھا۔
اگر فارسی گویاں ہند کا وضاحت سے ذکر کیا جائے تو ایک ضخیم تاریخ مرتب ہو سکتی ہے
البتہ ایسے چند بڑے نام انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں جنہیں ہم فارسی زبان و ادب
کی تاریخ میں قدما و مشفقینوں سے تعبیر کر سکتے ہیں، اور یہ کہنا بابتہ ہو گا کہ انہوں نے
فارسی گویاں ایران سے کہیں زیادہ فارسی ادب و شعر کی خدمت کی ہے اور اسے
اوج ثریا تک پہنچایا ہے۔ فیضی، امیر خسرو، فیضی، غرق، بیدل، غالب، فاضل
نعمت خان عالی، بزرگ علندر، شبلی نعمانی، گرامی، جالندھری اور علامہ اقبال کے
نام تاریخ کے صفحات پر اپنی اپنی روشنی بکھیرتے نظر آتے ہیں۔ ان میں خسرو، فیضی
اور بیدل کا شعری رتبہ تو ایسا ہے کہ موجودہ ایران میں بھی انہیں اہل زبان اساتذہ
کی حیثیت سے تسلیم کیا جاتا ہے۔ جہاں تک فارسی شری ادب کا تعلق ہے حضرت
شیخ علی ہجویری کی کتاب مکشف المحجوب، فارسی شری ادب میں تصوف پر
پہلی تصنیف ہے۔

انگریزی دور اوقت را کی گرفت جتنی جتنی مضبوط ہوئی گئی فارسی کی اہمیت
ایسی نسبت سے کم ہوئی گئی۔ آج پاکستان اور ہندوستان میں اس کا ذوق بڑھتا نکا
ہی باقی ہے اور لوگوں کا ذہن اب انگریز کے بجائے انگریز کا محکوم ہو کر رہ گیا ہے
اس میں شک نہیں کہ انگریزی ادب کے حوالے سے ہمارے اردو ادب و شعر کے
مرہٹے میں بڑا گراں قدر راضا فرمایا ہے۔ مگر اس کا یہ نقصان بھی کسی طرح کم نہیں
کہ فارسی کے ساتھ ہماری جو ایک مشرقی، تہذیبی، روحانی اور مجلسی تاریخ وابستہ
تھی ہم اس سے بڑی حد تک غافل ہو گئے ہیں۔ ان باتوں کے باوجود فارسی کی یا
ہمارے ذہن و دماغ سے محروم نہیں ہوئی ہے۔ فارسی اب بھی ہمارے دور پس
نصاب میں داخل ہے۔

بزمغیر پاک و ہند میں اردو کے ساتھ ساتھ فارسی شاعری کی تخلیق کا رواج
عرصے سے جاری ہے۔ شبلی نعمانی، گرامی، جالندھری اور علامہ اقبال کی فارسی غزلوں
نے اہل ذوق کو اپنی طرف متوجہ کیا ہے۔ صوفی تہذیب کا ایک شری مجموعہ اردو فارسی
ایک ہزار و یک سنی کے نام سے منظر عام پر آچکا ہے۔ ابھی کچھ عرصہ قبل شیخ محمد اکرام
کی تہذیب کردہ ایک کتاب - ارمان پاک - کے نام سے شائع ہوئی ہے جس میں بزمغیر
پاک، ہند کے شعراء کا ایک مجموعہ انتخاب موجود ہے۔ اس سلسلے کی ایک اور مشہور کتاب
تذکرہ شری تہذیب ہے جسے کرل عبدالرشید نے مرتب کیا ہے۔ اس میں فارسی
شعراء کی ایک بڑی تعداد کا احاطہ کیا گیا ہے۔ اقبال کی فارسی شاعری سے متعلق
دو تہذیب کتابیں حال ہی میں طبع ہو کر سامنے آئی ہیں جو پروفیسر ز احمد منور کی کلمہ
اور کاوش کا نتیجہ ہیں۔ غرض یہ کہ مختلف انداز میں فارسی ادب پر کچھ نہ کچھ کام
محدود دہانے پر بھی مسلسل جاری ہے۔

تمام شک ہے کہ اس دور میں مرزا غلام احمد کے ایک قرند عقاصم نے انگریز

تا بہ حرف کی صورت میں قاضی کا ایک اور چراغ جلائے کی کوشش کی ہے۔ اس چراغ
 قلعہ راز سے جہاں ایک طرف اہل حق انھیں میں موت کی موت کو فروغ حاصل
 ہو گا وہاں دوسری طرف ابد و ابد قاری کا درمیان فاصلہ کم ہو گا، اور لوگوں میں غارتگی
 کو اجنبی زبان سمجھنے کے رجحان کو ختم کرنے میں مدد ملے گی، عصا مانے اپنی نگرانی لئے
 میں اپنے جہد کے مادی، مادی، مادی اور غیر مادی حالات و احوال کی آواز
 بھی شامل کی ہے اور اس طرح روایت کے کنوؤں کو وسیع کرنے کی جدوجہد کی ہے
 ان کی جدوجہد کا یہ رخ اگرچہ تجزیوں کی منزل میں ہے مگر ان تجزیوں پر عوامی قبولیت
 کی چھاپ لگنے کے بعد ان کے بعض کی انفرادیت مسلم ہو جائے گی۔
 عصا کا علمی اور ادبی غاوارہ ماضی کے رشتے کے طور پر ان کے پاس
 موجود ہے۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کے ساتھ ساتھ تجربات و مشاہدات کی سیرت
 کا جو اثاثہ ان کی گروہ میں ہے وہ ان کے اشعار میں فکر کے نئے نئے مشکوئے
 اور تنویر کے رنگ رنگ بھول کھلاتا رہتا ہے، جس کا ثبوت ہمیں اعراف
 تا بہ حرف کی تخلیقات سے مل جاتا ہے۔ زیر نظر مجموعے پر ان کا پرتعجب
 تفصیل سے روشنی ڈالتا ہے۔

از حرف تا بہ حرف رسیدم بہ گشتے
 در کعبہ بے حساب نماز و حروف بود
 فیضی سے کہا تھا:

حرف غیوت میں عقل و انفعول میں است
 مر بر کتب میں آواز انفعول میں است
 اور غالب کا مصرع ہے:

غالب مر بر خامہ نوائے سر مشن ہے

گو عصا نے تا بہ حرف بود کہکب سے الگ را نکالی ہے۔
 "از حرف تا بہ حرف" کی ابتدا و حسب معمول خدائے بزرگ و بزرگی
 حمد و ثناء سے اس طرح ہوتی ہے:

بے خدائے دل پذیر و دانا و دل پسند
 از مژدہ و تو آس آفرینش از جہنم
 اس کے بعد وہ اپنی فستہ نظم کے حوالے سے حضور ختی مرتبت پر اس طرح
 اعلیٰ عقیدت بجا دے کرتے ہیں:

جال را اشارہ می دہی

دل را اشارہ می کنی

درائے بے پایاں ما

پیدا کست رہ می کنی

تو مرجی تو محسری

تو یسشر بی تو رحمتی

یا رحمت للعالمین

یا رحمت للعالمین

نعت کے دوسرے بند پر بھی ان کے خاص رنگ کی چھاپ ہے۔ خیر و خیر
 کہا تھا: آقا تھا گرویدہ ام حسن بتاں در دیدہ ام
 بسیار خواں دیدہ ام لیکن تو چیز سے دیگری
 عصا نے اپنا راستہ اس طرح نکالا ہے:

بر سمت من گردیدہ ام

حسن جہاں در دیدہ ام

نازداد انہیں سیدہ ام

ناہید و ترہرہ دیدہ ام

لیکن تو چیز سے دیگر

حسن مجسم و لیسری

غزل ہو یا نعت، نظم ہو یا نعت، ان کے ابلاغ کی کیفیت کا رچاؤ
اسی طرح موجود ہے۔ از حریت تا حرفت میں چار نعتیں شامل ہیں اور نعت
میں ان کے مزاج کی بولچال کی تاریکی کو جگہ اور ان کی کج کراست ٹھہرنے اور غور
کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ غزل کی نعت اپنی روایت کے ساتھ مل کر ایسا سا لکھنوی ہے
جو پڑھنے والے کو آئینہ حریت بتا سکتے رکھتی ہے اور جی چاہتا ہے کہ حریت و
محویت کا یہ فلسفہ ٹٹٹے نہ پائے۔ اتفاقاً کی ریزہ کاری، مضامین کا تنوع اور صوتی
آہنگ آپس میں گھل مل کر ایک ایسا فلسفہ قادیان تعمیر کرتے ہیں جس میں رنگ و رنگ
آوازوں کا شور اور لے کی پرچھائوں کا رقص برپا ہے۔ لیجئے آپ بھی اپنے
شعور و ادراک کی پارکیوں کے ساتھ اس کی سیر کیجئے:

مثل رنگ چرخ شفق منقش

مثل کار نظم ادق منقش

در پس الفت ورق در ورق منقش

مثل عیم بیاں در سبق منقش

خود حیات و دما و نساں منقش

حق عشق رسول زماں منقش

کار و نیت اکسند کار عقیقی تمام

کار حسن عقیدت ز نفع تمام

ایں شفق زار حسن تمنا تمام

ہم نمود و معاد و عشق تمام

چوں حدوت قرآن بر زبان منقش

حق عشق رسول زماں منقش

نعت کے یہ دو بند نمٹتے نمٹتے نمود از خود اس کے طور پر پیش کئے گئے
ہیں۔ ان کے مطالعے سے آپ محسوس کریں گے کہ ان کے فکری شہ پاروں کا فنی
ترتیب کیا ہے۔ ایسا معلوم ہو تا ہے کہ ان کے وجدان کے دھارے میں الفاظ بے بس
شکلوں کی طرح بہتے چلے جا رہے ہیں:

از سر اجا منسیر انشور توئی

چشم بارع جناں را خیر توئی

سازگ بین دل را تا تر توئی

منقش یاد عاشق تہور توئی

مجموعہ منتخب مکالم بے مکان منقش

حق عشق رسول زماں منقش

مضمون طویل ہو جائے گا اگر آپ کا ذوق تشنہ رہے گا اگر ایک اور نعت
کے چند اشعار آپ کی سیرانی طبع کے لئے پیش کر دیئے جائیں جو عتی کی
اُن مشہور زمین میں لکھی گئی ہے جن کا ایک شعر ہے:

ادب کا ہیست زیر آسماں از رخ نازک

نفس گم کردی آید حید و با نیر ید ایں جا

تمام کہتے ہیں:

سخن خداں بہ نور خود جہ صبح معید ایں جا

چنین شہرت در دنیا کو ز آید نوید ایں جا

درویش شہر کریم اسے دل نکلا صد نکلا گد
خوشا کہ کہ بالآخر گل سوسن و مسید ایں جا
شیم باغ دل دار و تنہا ہم عزیز میں مضطر
نیم عطر زار قصد کہ جشن صبح دید ایں جا
عصام باد فائید بہ صد مکریم و تاز دل
چرخش گشت ز خود غرق بہ اندازہ جدید ایں جا

عصام کی تمام نفسیں بھی رنگ کے اعتبار سے ایک ہی معیار و مزاج کی ہیں یعنی
کے بعد نسبت کا سلسلہ شروع ہوتا ہے جس میں حضرت ابو بکر صدیق رحمہ، حضرت عمر فاروق رحمہ
حضرت عثمان غنی رحمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں امداد و محبت کے ہوتے
پیش کیے گئے ہیں پھر عصام نے حضرت غوث الاعظم رحمہ کے حضور نذرانہ عقیدت پیش
کیا ہے۔ اس کے بعد غزلیات کا سلسلہ شروع ہوتا ہے حضرت عرفا و عارفین کی نسبت
کے اس شعر میں ان کے مزاجی و توحید کا رنگ صاف نمایاں ہے۔

اے امام صد شجاعت قاریہ مروت و رستے

اے سوا اور اسب عالم آریہ منہج مبین

۱۔ امام صد شجاعت اور سوا اور اسب عالم کی تراکیب کو ان کی جدت آفرین
طبیعت کی شہ کاوی کے سوا اور کیا نام دیا جاسکتا ہے، جن سے حضرت عرفا و عارفین
کی تاریخی فتوحات کا عالم کیا گیا ہے اور بیا کل نئی اور انوکھی تراکیب ہیں۔ اسی
طرح حضرت عثمان غنی رحمہ کی منہجیت میں یہ اشعار تاریخی حقائق و شواہد کی مکمل
تصویر ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں :-

سر زمین مالش را تو بہار حسن دیں

تو بر آستے روم و قبرش یک شرار آتشیں

قاریہ پورپ تو فی سبیل و گہر اقبال تو فی
لے امیر المومنین لے حضرت عثمان تو فی

یہاں لے حضرت عثمان تو فی کی ترتیب یکا م دوسے رہی ہے۔ اسی طرح حضرت
علی رضی اللہ عنہ کی نسبت میں چشتیہ و قادریہ سلاسل کی طرف بھی واضح اشارے ملتے ہیں :-

درویشک و درویشیت نکبت روح عصام

درویش چشت و درویش چشت حسن تمام

خط کشیدہ دونوں ٹکڑے مستقیم الفاظ میں نئی اصطلاحی و اصلاحی روح چھپکتے
ہیں۔ جدت طرازی کا یہ پند زبانی کی غزل میں اپنی پوری توانائی کے ساتھ جلوہ گر ہے

قاصر نم ز جرم شراب وصال او

تاریخ ساز حرف مشکبیا نو مشہ ایم

تا حد نہ حیات نہ گمرو بساط عظم

ماد استان حرف مصلح فرستہ ایم

یہاں دونوں خط کشیدہ ٹکڑے قابل داد ہیں۔

۲۔ از حرف تا بہ جوت میں چند غزلیں ایسی بھی نظر آتی ہیں جو بغیر اد

ہیں زیادہ تر غزلیں حافظہ، عرفی، فیضی، ربیعہ، خسرو، قیقل، نعمت خان
عالی، ابو علی قلندر، غالب، بشی نعمانی، عثمان فاروقی اور علامہ اقبال کی زبانی

میں تخلیق کی گئی ہیں۔ یہاں عصام سے ان اساتذہ کرام کا تعامل جائزہ مقصود
نہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ عصام نے ان حضرات کی فکر سے کون انداز میں استفادہ کیا

ہے اور انہوں نے کہاں کہاں ان کے افکار سے اپنی ایک علیحدہ تخلیقی صلاحیت
بیدار کی ہے۔ ایک غزل غالب کی زمین میں ہے، جس کا ایک شعر حسب

ذیل ہے :-

آغشتہ ایم برسر خار سے بہ خون دل
قانونی یا غیبی صحرانوشہ ایم

عصام کہتے ہیں:-

ماخذہ ہائے گلشن زریا نوشہ ایم
قبس مشر زمرغی خارہ نوشہ ایم

ایک اور غزل حافظ شیرازی کی زمین میں ہے۔ حافظ سترہاٹے ہیں:-

اے نسیم سحر آرم گہر یا در کجاست
منزل آں مہ عاشق کشن عیار کجاست
حافظ از باد خزاں در چین و ہر مرغ
فکر مقول بہ فرما گل بے خار کجاست

عصام حافظ کو خارج حقیقت پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں:-

ہمسہ انداز سخن حافظ رنگین دارد
آں عصام نظر افروز و زو فسون کار کجاست

یہاں "نظر افروزہ" اور "فسون کار" کی معنویت اور جدت لاجواب ہے۔ اسی
زمین میں عصام کا ایک اور شعر ہے:-

قطب و ناہید و قد و غیر تائیاں ام شب
لیکن اے نسیم سحر قافلہ سالار کجاست

قطب، ناہید، قد و غیر تائیاں کے استعاروں سے انہوں نے پرتو محبوب مراد
لیا ہے اور قافلہ سالار سے افواہ الجہت کی طرف نہایت بلیغ اشارہ کیا ہے۔
عبدالقادر بیدل کی زمین میں پہلے یہ مضمون تھے، تبدل کہتے ہیں:-

ہم عمر با تو قدح زدیم و نہ رفت بچ خار ما
چہ قیامتی کہ ز می روی نہ کنار ما یکسار ما

عصام کہتے ہیں:-

تو نگار نہ ہر جہں روی بہ ہزار قرب و جوار ما
تن و جان من بہ تشار تو ہمہ قلب قلب نگار ما

"یہ ہزار قرب و جوار ما" اور "ہمہ قلب قلب تو کار ما" کی ترکیب قاضی شاعری
میں ایک نیا اضافہ ہیں۔

اب ذرا علامہ اقبال کی زمین میں پہلے اقبال کے چند اشعار سماعت فرمائیے پھر
عصام کی جدت آفرینی کا ہمزہ دیکھئے۔ اقبال کہتے ہیں:-

صوت نہ پرستم من بیت خانہ شکستم من
آن بیل بک یرم ہر بند گستم من
در دہر نیسا ز من در کعبہ نما ز من
نثار بہ دو شتم من تسبیح بہ دو شتم من

عصام کہتے ہیں:-

دورانہ گشتم من فرزانہ نہ ہستم من
برتر گشتم بیمارست و ارفقہ ہستم من
لگے ہاتھوں عصام کا ایک اور نادر مطلع ملاحظہ ہو:-

"جمعہ نشین کہ بہ پائے بیت طشت از رسد"
ساقی سین مشدہ گلرنگ بر شہنا ز رسد

یہاں خط کشیدہ کی داد دیجئے۔ خود بہ خود آزاد بوردی خود گرفتار آمدی کے مصرع
پر عصام کی گرہ ملاحظہ ہو:-

ترکیبیں برگزیدہ باشی خود ریا کار آمدی

”خود یہ خود آزاد بودی خود گرفتار آمدی“

ایر شمر کا مشہور مطلع ہے:-

بر قوم راست را بے دینے و قبلہ گاہے

من قبلہ راست کردم بر سمت کج گاہے

عصام کا مطلع دیکھتے:-

تو نازِ حسن داری ہم شدتِ نگاہے

ایں گویے مسلسل ہم خطِ سبزہ گاہے

ایں نرزشِ نزاکت چوں سنبل و گیلاہے

ایں نالہ و فغانے ایں آہِ صبح گاہے

ہم شدتِ نگاہے، ہم خطِ سبزہ گاہے اور نرزشِ نزاکت کی ترکیب بالکل جدیدہ

نوعیت کی ہیں۔ پھر جب ان چار مصرعوں سے، من قبلہ راست کردم بر سمت کج گاہے

لا مصرعہ آکر لیا جاتا ہے تو معنویت میں اور قیامت برپا ہو جاتی ہے۔

حضرت عثمان ہارونی کے اس مصرعہ ”مگر نازم بہ ایں دوتے کو پیشین باری رقصم

بر عصام کے دو شعر قابلِ داد ہیں:-

ترجمہ نازم بدستی بہ صد بیماری رقصم

مکوں دودل مگر ابرم یہ حکم باری رقصم

بدنگ بپر مروتدی عصام آید غزل ارج شب

مگر نازم بہ عثمانے کہ سہون داری رقصم

سہون مشہور ہیں پیر عثمان مروتدی کے مراد پر چونکہ عثمان ہارونی کی یہ

غزل درج ہے اسی سے عصام کو اس کا اندازہ ہوا کرتی تھی کی تصنیف ہے۔ عصام

کے مذکورہ بالا دو اشعار میں ”برصد بیماری“ اور ”سہون داری“ کی ترکیب قابلِ غور ہیں

جو فارسی شاعری میں اساتذہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔

اب رودکی کا یہ مطلع ملاحظہ ہو:-

جوتے جوئے گویاں آید بھی یا و یا بر مہسرباں آید بھی

عصام نے اس سے تاثر ہو کر کہا ہے:-

نازِ خواب کہ کشاں آید بھی فخرِ حسن مہوشاں آید بھی

ف آئی کا مطلع ہے:-

عید است ساقی در قدحِ صبا زینا رخبتہ

دو گوہرِ لاس گوں آبِ مصفا رخبتہ

عصام کہتے ہیں:-

وہل است دجاناں در حیا خونِ منارِ رخبتہ

از تابشِ چشمِ حسین تاب تماشا رخبتہ

”تاب تماشا کے ساتھ، ”رخبتہ“ کی رویت عصام کی قدرتِ آفرین طبیعت کی

بدولت ہمارے سامنے آئی ہے۔

تاکائی کی ایک غزل کا مشہور مصرعہ ہے:-

”ساقی بہ وہ طبل گراں زانے کہ دہقان پرورد“

عصام کا مطلع دیکھتے:-

زنگِ رخ یاہِ حسین صبح درختاں پرورد

دورِ خطِ خوابِ یقینِ محسوسِ نایاں پرورد

”دورِ خطِ خوابِ یقین“ اور ”سحرِ نایاں پرورد“ کی ترکیبوں میں جو فلسفہ بیان

کیا گیا ہے وہ عصام کے عصری شعور پر ولالت کرتا ہے۔

ایک اور زمین میں منہ تاپ وصل دارم نے طاقتِ جدائی، عصا کی نظمِ نسا
غزلِ ملاحظہ ہو :-

ہم نازِ خواب داری ہم نغمہ غنائی
ہم صنِ حسنِ عالم چوں جلوہ رسانی
باگیوں کے درازے تو شامِ مہمانی
غراہم ہزار سیکن اراۓ دلربائی

منہ تاپ وصل دارم نے طاقتِ جدائی
خط کشیدہ تمام ٹکڑے عصا کی قدرتِ آفرینی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں عصا کی نارسا اوب کوٹنے سے تجربوں سے
الامال کرنے کی دُمن میں مست نزل سے بھی آگے نکل جاتے ہیں۔ ان کا ذہن جتنی برق
رقتا رہی کے ساتھ اپنا سفر طے کرتا ہے ان کی شعری رقتا بہت سے مقامات پر ان کا ساتھ
نہیں دے پاتی۔ اس زمین میں بھی یہی ہوا ہے اور ان کی شاعرانہ رقتا ان کے شعری میدان
سے بچھے رو گئی ہے۔ اس کے بعد یہ عیاں رہا کہ وہ نہاں راہ کی روایں میں عصا کی
مطلع بنیے :-

مضنون ماند بود و مضنونِ گور خندان را
دل آب آب کردہ مقہومِ تمامِ دان را

دونوں مصرعوں میں کتنی لطیف بات کہی گئی ہے۔
مولانا شبلی نعمانی کا ایک مشہور شعر ہے :-

میں نذرِ بیتِ شوق نے کہ بہ ہنگامِ وصال
ہم آموخت خود آئین ہم آغوشی را
اس زمین میں عصا کی مطلع دیکھئے :-

چیں مشوق نہ دارم کہ بر سرِ جویشی را
از دلِ خویش گشتہ کار ہم آغوشی را
ایک طبعِ زاغہ نزل کا مطلع ہے :-

اگل جانے نوازِ کز نغمہ فرودش بود
خود جانبِ نگاہ نمازِ سروش بود
خط کشیدہ مصرعہ ان کے منفرد رنگِ طبیعت کا ایک گراں قدر ثبوت ہے۔
حافظ شاعر (نئی کا مطلع ہے :-

سحرِ دم دولتِ بسیدار بہ بایں آمد
گفت بر خیز کہ آن خسرو شیریں آمد
عصا کی کہتے ہیں :-

خود رنگار دل عاشقِ ہمہ رنگیں آمد
مژدہ اسے سرو و سمن خود مشہر ہیں آمد
دونوں خط کشیدہ ٹکڑے اپنی اپنی جگہ قابلِ داد ہیں۔
نظمِ مخموری کا ایک شعر ہے :-

نصحتِ جہم بہ گناہست چمن اسے باغبانِ ہرگز
بہارِ صد چمن بر عارضِ جانانہ می بینم
عصا کا مطلع ہے :-

فروغِ آتشیں در کوہِ دیوانہ می بینم
سرد و دلشیں در درگاہِ مستانہ می بینم
حافظ کا شعر ہے :-
وقتِ عزیز رفتِ ریا آقا کینم
عمر کے بے حضورِ صراحی و جامِ نرت

عصام کہتے ہیں:-

خود رفت چون بشمار دل و جان میکند
کیفیشتراب دستی و مینا و جام رفت
مولانا آدم کا شعر ہے:-

خوک مغز و خشک تار و خشک پوست
از کجای آدمی آید از دوست
عصام کہتے ہیں:-

روئے روشن جلوہ مشہ ناز و دوست
در شام قلب خود ایچا تر دوست

”جلوہ مشہ ناز و دوست“ اور ”در شام قلب“ کی نسبت رنگیں بی بی مثال آپ ہے
عرفی کا قلع ہے:-

خوک باش و خرس باش و یا سب مردار باش
ہرچ باشی باش عرفی انہ کے زرد و ار باش
اب عصام کا قلع ملاحظہ ہو:-

راست گوید اے عصام آں عرفی رنگیں بیاں
دست بیدار خود ہرگز نہ تو نادار باش

”دست بیدار خود“ اور ”ہرگز نہ تو نادار باش“ کی ترکیب کا جواب نہیں۔
عرفی کا ایک اور شعر آفاق شریف ہے:-

عرفی تو میندیش زعفرانے دقیاں
آواز لگیں کم ز کست در ترقی گدا را
عصام کہتے ہیں:-

آں حسین جوان رنگت و دہندہ قبا را
آں چشم سیرکست بعضی تصادرا
سبحان اللہ کیا نازک خیالی ہے۔
خسرو کا شعر ہے:-

قیمت خود ہر دو عالم گفتہ ای
ترج بالاکن کہ ارزانی ہنوز
عصام کہتے ہیں:-

در مقام درد ویرانی ہنوز
در حسرت قلب حیرانی ہنوز

کیا برابر کے مصرعے ہیں۔ در مقام درد ویرانی ہنوز کا کیا جواب ہے۔
خسرو کا مشہور مصرع ہے ”اے گل یہ تو خرمسند تو بے کسے داری“
عصام کا مطلع دیکھئے:-

”اے گل یہ تو خرمسند تو بے کسے داری“
اے تش سوز دل تو رنگ کفے داری
”رنگ کفے داری“ کی بلاغت کو کھٹکے کفے نظر چاہئے۔
ملاحظہ فرمائیے،

بالا بلند عشوہ گرے سہ و ناز من
کو تاہ کرد قصتہ تر ہر دراز من
عصام کہتے ہیں:-

کیف شراب و رندی متانہ ساز من
میں حسین و جلوہ طسار من

مفہوم کی اس وسعت اور ذاتیت کو وجدان کے بغیر نہیں سمجھا جاسکتا۔
حافظ کہتے ہیں :-

اے کہ باسلسلہ زلف دراز آمدہ ای
فرشتہ باد کہ دیوانہ توان آمدہ ای
عصام کہتے ہیں :-

اے کہ بافتہ صد حسن حجاز آمدہ ای
روح بے نفس را تو نمط از آمدہ ای
مولانا روم کہتے ہیں :-

تو چرا باشی بہ فکرے مبتلا
کار ساز ما بہ فکر کار
عصام کہتے ہیں :-

دارغ ہلے در دیا گلزار ما
غمر ہائے حسن تو در بار ما
در بار ما کا گلزار کتنا چھوٹا ہے۔
قتیل کا مشہور مطلع ہے :-

مارا یہ غزوہ کشت و قضا را بہانہ ساخت
تو سوئے مانہ دید و حیا را بہانہ ساخت

عصام کے چند شعر سنئے :-

کمال بہ رخ کشید و حیا را بہانہ ساخت
دست حسین تھا دو حیا را بہانہ ساخت
فتا ز حسن داشت ہمہ رنگ دل نشین
رخشترگی تو حسن تھا را بہانہ ساخت
نظارہ گرد بر سر افلاک مہر دماہ
مارا چو دید حسن فلا را بہانہ ساخت

مندرجہ بالا اشعار میں "رخشترگی تو حسن تھا" بالکل نئی سوزج ہے اور "فلا را
بہانہ ساخت" تفسیر فلا اور ظلو و جستجو کے لئے باب ہیں۔ جن کا قدیم زمانے میں قصہ
تنگ نہیں تھا۔

فتیسی کا پر بہانہ مطلع ہے :-

اے ترک غمہ زنی کہ مقابل نشستہ ای
در دیدہ ام غلیبہ و دور دل نشستہ ای
عصام کو ملاحظہ کیجئے :-

اے رشک بکشتاں کہ بہ حمل نشستہ ای
گوید خیال من کہ مقابل نشستہ ای
حافظ کہتے ہیں :-

گرچہ پیرم تو شبے تنگ در آغوشم گسید
تا شکر گرد نہا تو جوہاں بر خیزم
اب عصام کو سنئے :-

نہ شام و نہ صبح حریف بیاں بر خیزم
تا بشن حریف شوق شعلہ قشایں بر خیزم
خط کشیدہ مصرعہ اپنا جواب آپ ہیں۔

حضرت ابو علی متکدر کا مطلع ہے :-

ایمہ و چشم و قف رو انتظار دوست
بہشت اہم ما بر سر پرگزار دوست

عصام کہتے ہیں :-
آن یار دل نشین کہ خودش یادگار دوست
مارا وہ پیارا لب نقہ یار دوست

معصومہ اولیٰ اپنی مثال آپ ہے۔

نعمت خان عالی کا مطلع ہے:-

شد آمدنم رفتن چوں موج بہ آب اندر

ناورین من دیدن چوں چشم خراب اندر

عصام کہتے ہیں:-

ایں نقرہ گفتار کشن نعمت بہ رباب اندر

گلکاری رہنما رشتن انجم بہ کباب اندر

یہ مطلع کسی طرح بھی نعمت خان عالی کے مطلع سے کم نہیں ہے۔

حافظ کا مطلع ہے:-

ایں غزل کہ من دارم در رہن شراب اولیٰ

دین و قربے معنی غرق ہے نایب اولیٰ

عصام کہتے ہیں:-

ایں نغمہ رخشندہ از صورت رباب اولیٰ

ایں فرحیت ہے معنی در جذب شراب اولیٰ

فرحیت ہے معنی "اور وہ جذب شراب اولیٰ نے عجیب سا پیدا کر دیا ہے۔

سندھی کا شہر و مصر ہے "صد ہلالیٰ عید قربان روئے تو" اس زمین میں

عصام کہتے ہیں:-

آب و اترج برآں روئے تو سبز خطہ حسیناں روئے تو

خسرو کا مطلع ہے:-

خیرم رسیدم شب کہ نگار خواہی آمد

سر من فدائے راہے کہ سوا خواہی آمد

عصام کہتے ہیں:-

پئے میر جی گلشن کہ رنگا رخو ابھی آمد

شدہ مست نغمہ میل کہ بہار خواہی آمد

حضرت فرد عظیم آبادی کا بہت شہرہ و شہر ہے:-

نور شمس تانہ دور و قمار و جام ہے بہ کف

رضعت لئے تھوڑی کہ یا رخ آمد بہ سامان دگر

عصام کہتے ہیں:-

در دوزخ و طب دارم چھو دربان دگر

فیض جذب عشق دارم مثل کنعان دگر

خط کشیدہ مصرع کی شرح کے لئے دفتر کتبہ دست در کار ہیں۔

حافظ کا مطلع ہے:-

صبح است سابقہ قد سے پر شراب کن

دور فلک دو رنگ نہ داور شتاب کن

عصام کہتے ہیں:-

از کیف ہوش جام مجسمہ شراب کن

از رنگ دست سابقہ مدوش شراب کن

دوسرا مصرع قابل توجہ ہے۔

"حافظ کا شعر ہے:-

دریں زمانہ رفیقہ کو خالی از عقل است

مرا جی ہے ناب و صغیر غزل است

عصام کہتے ہیں:-

اثاث ملکہ کفر خندہ جہاں علی است

نشاط کار نظام کمال ہے علل است

دو نوں معرعوں کا فلسفہ الگ الگ ہے۔

حافظ کے اس مطلع کے بعد عصام کا مطلع ملاحظہ ہو:-

حافظ۔ دوست تو کس نہ دید و ہزارت و قیامت

در عشقہ ای ہنوز و ہدایت عند لب ہست

عصام۔ در کار عشق پر وہ غیب نصیب ہست

خود قتل نظر سیر راہ صلیب ہست

لا اعلم۔ جیف در چشم زدنی صحبت یاد آخر شد

دوست کی سیر نہ دیدیم دیہاد آخر شد

حافظ۔ دوز بھران و شب فرقت یاد آخر شد

زوم ایں فال و گزشت آخر و کار آخر شد

عصام۔ گوہر لعل نشان نقوش و نگار آخر شد

شفقت حسن نظر خندہ یاد آخر شد

بیجان اللہ بیجان اللہ خدا کشیدہ نگڑوں میں جھکت کا کیا حسن ہے۔

علامہ اقبال فرماتے ہیں:-

تیر دستان و پنجر و شمشیرم آرزو مست

بامیں میا کہ مسلک شمشیرم آرزو مست

عصام کہتے ہیں:-

قید ہزار و بندشیں زنجیرم آرزو مست

گیسوئے عکبار و شب تیرم آرزو مست

حافظ کا شعر ہے:-

مشکر عشق شوق نہ ہم طریبان ہند

نری تند پادشاهی کہ بہ جگانہ می رود

عصام کہتے ہیں:-

یاد رویے حساب شب نالہ می رود

از آرد دل نہ از دل لالہ می رود

عصام کا یہ مطلع بھی قابلِ توجہ ہے:-

باشعہ نگاہ جبکہ کتاب می رسم

باسم کو ہمارا بیک خواب می رسم

کسی شاعر کا شعور صحر ہے:-

اس زمین میں عصام کا شعر ہے:-

جامہ معرفت بدن چہیرہ معنی بردل

عشرت نعمتہ دروانہ مبارک باشد

جامہ معرفت بدن، چہرہ معنی بردل اور عشرت نعمتہ دروانہ کی ترکیب

فارسی شاعری میں اپنی نوعیت کی منفرد ترکیب ہیں۔

عصام کی شاعری کی ایک منفرد خصوصیت یہ ہے کہ وہ ان مشاہدات و ادراکات

اور نظاہر و مناظر قدرت کو اپنی شاعری میں جگہ دیتے ہیں جو ناواقفیت کی بنا پر

دور ہستیم میں ادب کا حصہ نہ بن سکے اور کچھ بھی غیر علم کے باعث استعمال میں نہیں

آ رہے ہیں۔ مثال کے طور پر قطب شمالی و جنوبی میں چند شب و روز ایسے ہوتے ہیں

کہ جب وہاں قدرت کا یہ کرشمہ قابلِ دید ہوتا ہے کہ تیرگی کے دوران روشنی کی وہ

رنگ برنگ شاعری جو آفتاب کے ساتوں رنگوں سے مشتق ہوتی ہیں، وہاں کی

برفت پوشش سطح کو بھی سبز اور کبھی نارنجی اور کبھی زرد و شامعوں سے بکھٹا کر دیتی ہیں

انہیں قطب شمالی میں AURORA BOREALIS اور قطب جنوبی میں

AURORA AUSTRALIS کے نام سے پکارتے ہیں۔ ان لعبات رنگ رنگ کو

عصام کے پہلی بار اپنی شاعری کا قصہ بنایا ہے۔

لغات رنگ و نور بر قطبین خورشائ

یک رنگ دل پر برز رنگ ہزار دوست

اس فنکارانہ چابک دستی کے ساتھ اپنے مناد ہرے کو درشناسی کرانے کی جتنی داد دی جائے وہ کم ہے۔

فارسی ادب میں تشبیہات و کنایات کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے مگر محبوب کے مشابہت کو صحت مندی مزور سے تشبیہ دینا بالکل نئی بات ہے۔

مشابہت حسن آید شبنم آسم

مشابہت اور صحت مندی مزور

ہمارے عہد کے قصائے ادبی سے مختلف ہیں۔ چونکہ عصام کی شاعری آج کے ماحول میں سانس لے رہی ہے اس لئے آج کی دنیا میں رونما ہونے والے اہم موضوعات ان کی شاعری کا حصہ بن گئے ہیں۔ بسنائی میں اسرائیلی وزیر اعظم بگین نے فلسطینی مسلمانوں کو بربریت اور برہمیت کے ساتھ ظلم و تشدد اور قتل و غارتگری کا نشانہ بنایا آج کے شاعر پر اس کا شدید رد عمل ہونا لازمی تھا۔ عصام نے اس رد عمل کو صریح شاعری تمام میں سمویا ہے وہ اپنی کا قصہ ہے۔

ایں وقت سب سیاہ کو بگین کشتہ بیا

از قتل بے گناہ بر قتلہ می رود

قلب گدا ز چشم تم اور سوز دل کے مضامین سے فارسی شاعری کا دامن بھرا پڑا ہے مگر قلب کا برف بننا اور اس عمل کو ڈالہ باری سے تعبیر کرنا یقیناً نئی بات ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ عصام فارسی ادب میں نئے نئے تجربوں کے قائل ہیں۔ اس نئے ہی کو اس مصرعے کے حوالے سے پرکھا جا سکتا ہے۔

از بریت قلب برخیزد چون ژالہ می رود

ان کی ایک نظم بہ عنوان "ہوا" میں مقامی اثرات و عوامل کی کار فرمائی اس طرح نظر آتی ہے کہ دایہ کاغذ ان میں۔ تو سارہ کاچھین و چیل مقام ہوا کی جولانی کے لئے سنبل زار میں جاتا ہے۔ اس نظم کا صنفی آہنگ باؤنچ کی طرح ایک ایک شعر میں خزاں نظر آتا ہے۔

تو قاصد رنگ دغائی تو عکس مشربار یا ہوا

تو فتنہ و کشش و رویتا تو سنبل لولوسار پورا

ادبیات کے بغیر اس جہان رنگ و بو میں زندگی کا تصور بعید از امکان ہے۔ قدرت تھی کہ ہماری ادبی روایت کو سائنسی حقیقتوں سے آشنا کیا جائے۔ عصام نے اپنی فنکارانہ صلاحیتوں اور سائنسی عرفان کی مدد سے فنز ال کے سانچے میں اس طرح ڈھلاؤ کرکے صناع ادبی کی صحت مندی پر بار صحت چھین

سر سبز باغ حیواں را تو و احد و جد قرار پورا

ان مثالوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ عصام کی شاعری میں عروضی اور مقامی بصیرت کی جتنی جاگتی تصویریں ہیں۔ انہوں نے صحن خلعت کو زمین کرنے میں مقامی حالات و دارادات اور صبح و شام کی کیفیات سے سیر لپر استفادہ کیا ہے اور اس طرح فارسی اور اردو کے درمیان غلو کو پُر کر سکی کہ شمس کی ہے۔ عصام ان شہر شخصیات، مقامات اور ان کے مقامی کو استفادہ راست کے ذریعے اپنی شاعری میں داخل کرتے ہیں جن کا سرخ ہمیں عربی، فارسی اور ترک ادب میں بھی نہیں ملتا، مگر مغربی ادب میں ان کا وجود ہے۔ مثال کے طور پر آجیو مین کے فنکارانہ ہونے کے کس طرح شاعری قالب میں سمویا ہے۔

در دل صدا چاک دارم صد مہ اخلاق دوست

می کند چون را پیو مین خون صد گل خانہ ہم

"از حرف تا حرمت" میں ہمیں ان کا ایک نظم بھی نظر آتا ہے۔ یہ آپ بھی سنئے۔

ہر کسبہ و کشت دایم دولت و سرایہ ما
 بیچ حاصل یافت عقیقہ سب بے پایہ ما
 لیکن اس شخص کو شرب خوں زندہ برائیہ ما
 مور قتل شود و دستر بے سببہ ما

یہاں بھی "عقوب بے پایہ ما" اور "دقت بے پایہ ما" سے انہوں نے مصرعوں میں کتنی
 ندرت پیدا کی ہے۔ اس کا تال سے یہ قطعہ بڑی اوجیت کا مالک ہے کہ اس میں بیشک کثیر
 کے الفاظ کو پہلی بار قاری کے قلوب میں اتنی خوش اسلوبی اور فنی مہارت کے ساتھ
 ڈھکا گیا ہے۔

HE WHO STEALS MY CASH STEALS TRASH.
 BUT HE WHO ROBBS ME OF MY HONOUR
 ROBBS ME OF EVERY THING.

عصام کی فارسی شاعری کا تجزیہ کرتے کے بعد یہ پہلو پوری وضاحت کے ساتھ
 ہمارے سامنے آجاتا ہے کہ اس کی بنیاد خالصہ مستحق اور وجدان پر ہے۔ یہی سبب
 ہے کہ وہ انسانی نفس کی ہواد، سبک روی، لطافت، استمداد، تنوع، کیفیت، نفس
 اور جوانی کے خدو خال کی دھوپ چھاؤں اس کے بنیادی عناصر ہیں۔ مستحق میں کوکھڑا
 مستحق کا بنیادی جزو ہوتا ہے اور وجدان کی کرد میں ٹھہرتے اور غور کرنے کی مہلت
 بہت کم ملتی ہے۔ ان کی شدت وجدان کا دھارا دوسرے دل کے مقابلے میں کہیں
 زیادہ تیز ہے، یہی سبب ہے کہ وہ قاری کو گہی مینے ساتھ بہا لے جاتا ہے و مفہوم و
 معانی کی تفسیر وہ مرعیں دینے ہو کر کہیں سے کہیں پہنچ جاتی ہیں اور انھیں لڑکے
 منوی اور وضعی پہننے ان کی فکری معنویت کی ناپ تول سے قاصر ہو جاتے ہیں۔
 ایسے موصوں پر ہمیں انہی انفس ادبی معرفت اور ذاتی عقل سلیم کا فیصلہ قبول

کرنا چاہئے۔

مضمون کی طوالت کا ڈر ہے ورنہ جی تو چاہتا ہے کہ ان کی ہر غزل اور نظم سے
 دو چار شعر آپ کی حیرت و بے ادبیت میں اٹھانے کے لئے پیش کر دوں۔ اس کا اعلان
 رہے گا کہ ان کے بارے میں جیسا میں چاہتا تھا اس کا حق ادا نہ ہوا۔ بہر حال اس مضمون
 میں یہ کوشش ضرور کی گئی ہے کہ قارئین ان کے مزاج شعری کی نادرہ کاری کے کسی
 حد تک متعارف ہو سکیں۔

یہ تھا جناب عصام کی فارسی تخلیقات کا ایک سرسری جائزہ۔ اب یہ قارئین
 کی ذمہ داری ہے کہ وہ "الزحرف تا بحرف" کا مطالعہ کر کے عصام کی جدید اور
 متنوع فارسی شاعری کی ہئیت، صورت، معنویت، مدت اور تہ داری کا
 اندازہ لگائیں۔

شاعر کھنوی



عصام کی فاسی شاعری

عصام صاحب سے میری پہلی ملاقات ایک ادبی محفل میں ہوئی وہ اس قسم کی محفلوں میں شاعر ہونے کے تعلق سے اکثر شرکت فرماتے ہیں، لیکن مجھے اپنے ذاتی حالات کی وجہ سے ایسی محفلوں سے غفلت ہونے اور شرار پر دامن ہونے کے بھول چھا کر رہنے کے بہت کم مواقع نصیب ہوتے ہیں۔ یہ فوج جس محفل کا ذکر ہے اس میں مجھے ایک شاعر ہونے کے شاعر کے فن پر بصورتِ مقالہ "داد" و "بے" کی ذمہ داری سنبھالنی پڑی تھی۔ میں دلا اس لئے کہ رہا ہوں کہ میں خود کو ادب کا حرف ایک ادبی قاری سمجھتا ہوں اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ مجھے ذہنی تنقید کے رموز و نکات سے آگاہی کا خصوصی ہے اور نہ کسی طرف نشاء ہونے کی کسی خوش فہمی میں مبتلا ہوں۔ یہ اس ہمدردی کا نتیجہ ہے کہ میں نے اس مقالہ کو شاعر کے فن پر موزوں تصور کیا کہ جس حد تک میری حوصلہ افزائی ہو سکتی تھی، لیکن عصام صاحب کو میرا یہ مقالہ اتنا پسند آیا کہ جس ایک دوسرے کے قریب لانے کا سبب بن گیا، بلکہ میں اسے اپنی بہت بڑی خوش نصیبی کہوں گا کہ میری اس ادبی کوشش نے مجھے عصام صاحب ایسے مخلص انسان کے غلام سے مستحقاً انقباض سمیٹے ہوئے ہوئے پہنچایا۔ یہ بھی عصام صاحب کا غلام ہے کہ انہوں نے مجھے ایسے ہیروان کو اپنے پیش رو کا کام پر نظر نہ لگنے کا بل سمجھا۔ ورنہ ایک شخص جو خود اپنی زبان اردو میں سخن بھی کہ کوئی قابل ذکر کارنامہ انجام دے سکا جو وہ کسی فارسی زبان کے شاعر کے مقام و مرتبہ کو سمجھنے اور سمجھانے کا باقی ادا کر سکتا ہے لیکن یہ تعارض نے بہت تیز رفتاری اور شاوکی خوش کردیا ہوں۔

جس ادبی محفل کا میں پہلے ذکر کر چکا ہوں اس میں جہاں میرے مقالے نے عصام صاحب کی شخصی توجہ میری طرف متعلقہ کرائی وہاں میری ادبیت و ادبیت کی جانب مہذول ہونے کا سبب ایک خاص واقعہ ہو گیا۔ محفل کی کارروائی کے آغاز سے قبل میری ایک محفل اردو کے ایک معروف شاعر نے عصام صاحب کو مشورہ دیا کہ وہ فارسی کے بجائے اردو میں شعر کہیں کیونکہ ان کے خیال کے مطابق اب ترجمہ ایک دہشت گردی فارسی زبان باقی نہیں رہے۔ اس مشورے کا مجھے حکم کہنا زیادہ مناسب ہے۔ عصام صاحب پر مجبور و عمل ہوا اس میں وہ بالکل حق بجانب تھے۔ اس بیان اور رد عمل کے نتیجہ میں کچھ دیر کے لئے میری محفل بدعز ہو گئی، عصام صاحب سے بعد کے ملاقاتوں میں مجھے اعزاء ہوا کہ اس قسم کی ناخوشگوار صورت حال سے انہیں بار بار دوچار ہونا پڑتا ہے۔ ان کے فارسی کلام پر جہاں مختلف محفلوں اور شاعروں میں انہیں گمان ہے اور جنہیں سے فرائز لگاتے ہیں وہاں بھی فارسی زبان میں شعر گوئی ترک کر کے فارسی زبان کے شاعروں سے بھی دامن اٹھایا گیا ہے۔

میرے خیال میں شاعری کے لئے مختلف قسم کی پابندیوں کو کبھی سوچنا ہی نہیں اور نہ ہو سکتی ہیں، یہ پابندیوں کو تو ترک کر کے زبان و دیان کی پیشہ اس کی ترقی میں سنگ میل ثابت ہوئی ہیں نہ ہی ادب کی ترقی میں پابندیوں کا ایک تجربہ تو ترقی پسندی کے روپ میں بھی ہو چکا ہے۔ اس ترقی پسندی نے ایک طرف ادب کو کچھ عطا کیا تو ایک مخصوص سیاسی نظریے کی قید نے ادب کو ترقی حکمران کی راہوں پر ڈال دیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ادب اور صحافت میں تیز کرنا مشکل ہو گیا۔ شاعر کسی خاص زبان کی پابندی کا ذکر نہ تو ذہنی پابندی سے زیادہ غلط بات ہی نہیں بلکہ بات بھی ہے، کیونکہ شاعر کے خیالات اس کے ذہن میں مجر و صورت میں نہیں بلکہ ان الفاظ کے قالب میں وارد ہوتے ہیں۔ ایک نام آدمی خود رفت کر کے معاملہ میں وہی زبان استعمال کرتا ہے جس پر اسے زیادہ قدرت حاصل ہوتی ہے۔ اور جب کسی مسئلے سے خیالات کو کسی دوسری زبان میں ظاہر کرنا ہوتا

تو اسے پہلے اپنے زبان میں ہی ترجمہ کرنا پڑتا ہے، شاعر کو نگار عام آدمی کے برخلاف خدا کا بھی پرست ہے اس لئے اس کے فن کی پوری رائے اظہار اسی صورت میں زیادہ موثر ہو سکتی ہے جب اس کے لئے شاعر نے اپنے اختصارات ہی کی زبان استعمال کی ہو، عام آدمی کی طرح شعرا اپنے فن کے اظہار کے لئے بھی بالعموم اپنی زبان ہی استعمال کرتے ہیں لیکن ایسا بھی جو کہ شاعر کو اپنی مادری زبان کے بجائے کسی دوسری زبان کے اندر اظہار فن میں زیادہ آسانی محسوس ہوئی اور اسی میں عقیدہ امثال کمال فن کا مظاہرہ کیا۔ اردو کے معاملے میں تو ایسی مثالیں عام ہیں، شاید اردو کے ان شعرا کی تعداد زیادہ ہو جن کی مادری زبان اردو نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس قسم کے شعرا کی عمومی سوچ کا اظہار تو بے شک ان کی اپنی مادری زبان میں ہوتا ہے لیکن فن کا راز سوچ کے لئے زیادہ سہولت کسی دوسری زبان میں نظر آتی ہے۔ وہ نہ کوئی شاعر ایسا ہو گا جو اپنی شاعری کے لئے وہ زبان اختیار نہ کرے جس میں اسے زیادہ سہولت ہو اور جس سے اس کا فن حوالہ کمال تک پہنچے۔ ہاں کبھی کبھار ذائقہ بدلنے کے لئے کسی دوسری زبان میں شعر کہہ لینے کی بات اور ہے۔

مخبرم عصام صاحب کے معاملے میں کچھ ایسی ہی بات ہے۔ انہوں نے بھی اپنی مادری زبان کے برخلاف اپنے فن کے اظہار کے لئے فارسی زبان کو ذریعہ بنایا ہے۔ زنتہہ بدلنے کے لئے کبھی اردو میں بھی شعر کہہ لیتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ غالب کی ابتدا ہے جس اردو کلام کو آج وہ قابلِ امتداد خیال نہیں کر رہے ہیں کل دہائی انہیں عظمت کے زیادہ بلند مقام تک پہنچا دے، لیکن فی الوقت تو صورت یہ ہے کہ وہ فارسی زبان کے شاعر کی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے ہیں، یہاں میرے پیش نظر ہیں ان کو فارسی کلام بہت ہے اور دنیا کے ہیں پہلے بیان کر چکا ہوں انہیں اسی فارسی زبان شاعر کی ترک کرنے کے بعض اوقات ناخوشگوار مشوروں سے واسطہ پڑتا ہے۔

یہاں میں سوچتا ہوں کہ ان حالات میں عصام صاحب کو غالب کی اس کیفیت کا اندازہ کرنے میں قطعاً وقت محسوس نہیں ہوتی ہوگی، جب ان سے آسان کہنے کی فرمائش کی جاتی تھی اور وہ اپنی بے چارگی سے یہ کہتے ہوئے موجود ہوتے تھے کہ ع۔ گویم مشکل و اگر نہ گویم مشکل

عصام صاحب کا معاملہ مشکل کہنے کا نہیں ہے بلکہ زبان کا ہے، جو فارسی زبان کی کوئی بہت شدت رکھتا ہے اسے ان کے کلام کو سمجھنے میں کوئی وقت پیش نہیں آئے گی، آپ صرف فارسی جانتے یا نہ جانتے کی نہیں ہے۔ اول تو برصغیر میں فارسی جانتے والے آج بھی موجود ہیں، علاوہ انہیں برصغیر پاک و ہند سے باہر تو فارسی جانتے والوں کی ایک خاصی بڑی تعداد موجود ہے۔ ایران کے علاوہ افغانستان کے بھی ایک بڑے طبقے کی مادری زبان سمجھنے والے شرف حاصل ہے، لہذا یہ خیال کرنا کہ فارسی زبان میں شعر کہنے والے شاعر کو فارسی میں شعر نہیں آتے گے۔ ع۔

اس خیال است و حال مست جنوں

علامہ آقبال کی فارسی شاعری بھی اسی موجودہ دور کی پسدادار ہے، علامہ نے بھی اپنے اردو کلام سے زیادہ فارسی کلام کو اہمیت دی۔ ان کے پیش نظر شاعری کے ذریعے اپنے پیغام کو زیادہ تو گول تک پہنچانا مقصود تھا اور یہ قصہ انہیں فارسی زبان کے ذریعے حاصل ہوتا نظر آتا یا اسی لئے اپنے آخری عہد میں ان کی تمام توجہ فارسی میں شعر کہنے پر مرکوز ہو گئی۔

بہر حال یہ بات تو ہے کہ نہ صرف فارسی شعر و ادب کے تاریکین کی کوئی کمی نہیں بلکہ فارسی زبان کا شعرا دنیا کی چند زبانوں میں ہوتا ہے۔ خود اردو کا فارسی زبان سے جو تعلق ہے، وہ کسی اور دو زبان سے پرستیدہ نہیں لیکن آج فارسی ادب پر بات کرتے وقت جو چیز سب سے پہلے سامنے آتی ہے وہ فارسی زبان کے پر قدیم

لا مستند ہے۔ لیکن میں جس دودھ و دہم کی بحث سے قطع نظر کرتے ہوئے یہ کہوں گا کہ ہر مینر پاک و جند کے تمام فارسی شعراء کا کلام مستقیم فارسی ہی میں ہے۔ مستند میں سے کہ علامہ اقبال تک بلکہ آج تک شعراء قدیم فارسی میں شعر کہتے رہے ہیں۔ لہذا ہمارے یہاں جدید و قدیم کا کوئی مسئلہ نہیں۔ اس کا تعلق صرف ایران سے ہے۔ ایران کی جہد فارسی کی تمام تر غزلیہ آرائی کے باوجود حافظ و خیام و درویش و سعدی کی فارسی کا جادو آج بھی وہاں سرچڑھ کر بول رہا ہے۔ ایران کی عام زندگی سے اسے دس نکالا مل جائے کہ باوجود ترقی و ترقی کی فارسی ہونے کا شعور اسے آج بھی حاصل ہے۔ اور عصام صاحب کے کلام کی زبان بھی یہی وضع کی فارسی ہے۔ اس کے اس کلام پر کسی راستے زنی سے قبل عصام صاحب کی اس اہمیت مراد کی داد دوں گا جس کا مطالعہ ہر وہ انہوں نے قدیم علمی و ادبی اور شعری و نظم کی پیمائش و ادب زبان، زبان فارسی میں شعر گوئی اختیار فرما کر کیا ہے جس میں فروغ و حافظ و سعدی و قزلی، سعدی و قزلی و قزلی عظیم المرتبت شعراء باوجود اس کی حلاوت و شیرینی میں معتد بہ اضافہ کرنے اور اس کی خوبی بیان میں پورا چاند لگائے کہ نہ کہتے نظر آتے ہیں کہ

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اور جب ان زبان تیر حکم کا راستہ پر چل کر یہ حال ہے تو محترم عصام صاحب کی حالت کا اندازہ کرنا کچھ مشکل نہیں ہے۔

عصام صاحب کے کلام کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے فارسی کی کلاسیکی شاعری ہی سے زیادہ اثر قبول کیا ہے۔ اور کلاسیکی شعراء سے بھی رہنمائی حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے اپنی کئی غزلوں کے لئے زمینیں بھی اپنی شعرا کی پسند کی ہیں جس کا ایک نمونہ قرآن کی شاعری کو یہ بھیجا ہے کہ اس میں بے لگہمی پیدا نہیں ہوتی ہے اور وہ آواز دیکھے دستوں میں جھٹک جاتے سے بچ گئے ہیں۔ وہ جس غیر فادری زبان

میں شکر کہ رہے ہیں اس کے مبداء شکر گوئی کی وصول کو دیکھتے اور اس کے راستوں کے بچ و غم کا اندازہ کرتے ہوئے اجتہاد کرنے کی صورت میں کم کر دیا ہو جانے کا خطرہ مول نہیں لے سکتے تھے۔ ہمارے یہ شعراء کی اکثریت نے اجتہاد سے بڑی حد تک گریز کیا ہے۔ کہ انہوں نے اسلوب کے معاملے میں ایسا ہی رہا ہے۔ غزل کے معاملے میں ضرورت بہت سوں نے اپنی رائیں تلاش کی ہیں۔ محترمہ کہ عصام صاحب کی شاعری کا لہجہ اور جملے جوچے راستوں پر گامزن ہے۔ اسب سے بڑے ادب کے ساتھ مشورہ دوں گا کہ وہ اپنے راہوار کی گام ہمیشہ اپنے ہاتھوں میں رکھیں ورنہ اندیشہ ہے کہ وہ اپنی افواہات نہ کھریں گے۔

عصام صاحب علامہ اقبال کے برخلاف شاعری کو جز و شیعہ بیری نہیں سمجھتے لہذا ان کے کلام میں کسی خاص بیانیہ کی تلاش سے سہ ہے۔ خود کو محض شاعر سمجھتے ہیں اور اس معاملے میں علامہ شبلی کے ہم خیالی نظر آتے ہیں کہ شاعر کے کلام میں کسی بیانیہ کا جو اسے شاعر نے زیادہ غلبہ بنا دیا ہے۔ انہوں نے جو محسوس کیا ہے بیان کر دیا ہے ان کے محسوسات کو کسی خاص نظریہ کی عینک دیا کہ وہ کچھ ناگزیر وری اور ہے۔ البتہ ان کے محسوسات پر ان کی ذاتی زندگی کی طرح اسلام کا گہرا اثر ہے۔ اور یہ اثر ان کی فکر میں طرح گہل مل گیا ہے کہ غلبہ پر نظر نہیں آتا۔ اسی چیز نے انہیں غلبہ نہیں ہونے دیا۔ اور ان کی شاعری کے مقام کو بہت دور رکھا۔ اگر ان کے کلام پر غائر اند نظر ڈالی جائے تو اس کے چھپے چھپے ہوئے ایک سچے اور فاضل، مسلمان، کو بخوبی دیکھ سکتے ہیں کبھی وہ مسلمان بڑی توبہ کی نظر آتا ہے۔ کبھی اسے غلبہ و ناامید اور مد و تیر تا باں کے قافلے میں اس کا تامل ملار کو تلاش کرتے دیکھتے ہیں کہ جس کو تو کایہ سب ادنیٰ پر ہوئی۔

غلبہ و ناامید و تیر تا باں امشب
لیکن آج مجھ کا قصہ ملال کا مست

کبھی وہ ہماری توجہ قلبین کی طرف مبذول کرنا ہے کہ جہاں چھ ماہ کے دن اور
چھ ماہ کی رات ہوتی ہے اور عادت کی تباہی میں ہر روز شمس پر قوس قزح کے منہ موج
کی جو رنگ درنگ خوبصورت روشنی منکس ہوتی ہے اس میں وہ افکار الہی کو درصرت
خود دیکھتا ہے بلکہ ہمیں بھی دیکھنے کی دعوت دیتا ہے ۔

لغات رنگہ زور قطبین غمناں

یک رنگہ لچر زور رنگ ہزار دوست

صفت الہی کی دنیا پادشہوں کا اس طرح انظار فارسی اور میں یقیناً ایک اضافہ
ہے کہیں وہ خط کشیدہ نگار کے ذریعہ داستان درد داستان رنگینی محبوب کا باب کھولتا ہے

تو نسیم نفس سرا جھوہداستان وفا لکھو

کہ تو خط کشیدہ نگار ماہ ہزار جان بہسار ما

مقام صاحب کی توانائی زندگی میں جو ساہگ اور غم و داری پائی جاتی ہے اس کا کمر بھاری
ان کی شاعری میں غفلت سے نہ ہے۔ یہ جسک بھی جگہ بہت نمایاں ہے مثلاً ایک بچہ اپنی غمناکی

کا انظار اس طرح کرتے ہیں ۔

اگر کس کو اسے تمام تو در ہاں طلب کنی ؟

تقسیم کار کو کہ منہ داو دوستش بود

ان کی شاعری میں اگر کوئی خاص پیغام نہیں ہے تو وہ ہاں کسی ان دیکھی دنیا
کی باتیں بھی نہیں ہیں بلکہ ان کے سیر سے بچے صمد سات ہیں، بالکل احمد ریاض کے

اس شعر کے مصداق ۔

وہی کہا ہے جو دل نے مرے کیا محسوس

مرے کلام میں پریوں کے واقعات نہیں

اور یہ حقیقت ہے کہ ان محسوسات کا تحریر کسان پرستار نہیں ہوا اسی زمین پر تیار

ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ زمین پر جوتے والے واقعات سے وہ بے خبر نہیں رہا اپنے
ہند کے حالات سے بھی باخبر ہیں اور اپنے اطراف سے بھی آنکھیں بند کر کے نہیں مگر جاتے
مندرجہ ذیل اشعار ان کی باخبری کا بڑا واضح ثبوت ہیں۔

آہ تبتل سسیا کہ مینگن کند ہوا

از قتل بے گناہ بہت شامی رود

درد دل حد چاک دارم حد مرہ اخلاقی دوست

میں کس نہ جوں ؟ اس پیوٹن خون حد گل خانہ ہم

اسی چوچن کا استعارہ فارسی اور میں بالکل نیا ہے اور سنہ سن کا ایک باب بھی
کوئی ہے جس کے ذریعے عہد حاضر کے کسی اور چوچن ہماری نگاہوں کے سامنے آجاتے ہیں

مقام صاحب بنیادی طور پر غزل کے شاعر ہیں۔ ان کا زیر نقشہ مجموعہ بھی تو غزل
غزلیات ہی پر مشتمل ہے۔ لیکن ان کی غزلیات گل و بلبل کے مضامین تک محدود نہیں

ہیں اور نہ ہر جگہ انہوں نے دماغی انداز اختیار کیا ہے۔ اس کے ساتھ وہ غزل کے
مخصوص رنگ و مزاج سے بھی کٹمتا دست بردار نہیں ہوئے ہیں۔ ان کی غزلیں ان کے

احساسات و جذبات کی ترجمان ہیں، ان سے ان کی فوری بیان کا پتہ چلتا ہے کہیں وہ
ملائے کا انداز اختیار کیا کر کے ایک خاص تاثر اور لطافت پیدا کر دیتے ہیں۔ ان کی غزل

کے مندرجہ ذیل اشعار اس کی نمایاں مثال ہیں۔

یک حقیقت حلق زنجیر زلف

یک کلاہ عادت امانت دوست

یک عقیبت مشق تحریف غیر

یک مترت دقت دمسار دوست

یک تصادم از نگاہ غار او

یک تقطع از لب انجمن دوست

ان اشعار میں مصرعہ کا ایک حصہ اگر سوال ہے تو دوسرا اس کا جواب۔

یک تحقیق ۹۔ معلقہ ترجمہ زلف

الفاظ کا ان کے پاس، تجھ افسانہ از غصہ نہ تیرا تابتہ اور انہیں اپنے جذبات
مصرعات کے اظہار میں، الفاظ کی کمی کی شکایت محسوس نہیں ہوتی ہے۔ ان کے یہاں
بعض اچھوتی تراکیب اور نادر تشبیہات و استعارات ملتے ہیں اس پر چون کہ اس وقت
کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ اسی طرح درج ذیل شریحین اور حضرت حمزہ فاروقی کے قصائد
کی روشنی میں ان کے لئے، سوار اسب عالم اور ان کے فارح اعظم ہونے کے سبب
۱۰۔ آریہ منسج ہمیں مکے استعارات قدرت و قدرت کے حامل ہیں۔

لے امام صد شجاعت فارح پروک ورتے

لے سوار اسب عالم آریہ منسج ہمیں

تصوف کے چشتیہ و قادریہ سلسلوں کے آئینہ دار کی جانب حضرت علیؑ کی منقبت میں جو نادر
اشعار ملتے ہیں وہ بھی ان کی فنی صلاحیت کے آئینہ دار ہیں۔ کہتے ہیں ۱۱۔

در سلوک و در ولایت گہایت طرح قصاص

در جمال چشت و قادری زہمت حسن تمام

یا

در طریقت چشت و قادری در شریعت تیز نم

در دنیا ز حسن عالم شد بصیرت نیز نم

کہیں زلف کو شام زیارت سے اور چشمِ نرم کو صبحِ بدخشاں سے تشبیہ و تکرار درست
پیدا کرنے کے ساتھ معروف شاعر کی بھی خوبصورت مثال پیش کی گئی ہے۔

شام زیارت زلف او صبح بدخشاں چشمِ نرم

آئید بہ ماسر و نرداں چون غزل بے باقر

کہیں اشعار میں الفاظ کی تکرار سے کسی اپنے کلام میں حسن پیدا کرنے کی کوشش کی ہے
مگر یہ ذیل اشعار میں الفاظ کی تکرار سے جو حسن و فنی پیدا کی گئی ہے اور صنعتِ سخنیں
کو جس خوبی سے استعمال کیا گیا ہے وہ قابلِ داد ہے، ملاحظہ کیجئے ۱۲۔

زنگارِ بادل رنگیں صد لئے دم بدم آید

خزل کردی خزل کردی خزل کردی خزل کردی

یا

عجاپ سندر عارض جبہ شلجی کند پیدا

شباب حسن خود ریز و شہاب آہستہ آہستہ

بعض الفاظ و ترکیب کا انہوں نے بالکل نئے معنی و مضامین عطا کئے ہیں جو دور
عاصر کے نقاد انہوں سے بھی آہنگ نہیں، کلام میں جن کی حیثیت علامتی ہی ہے
اور تفسیری بھی۔ درج ذیل اشعار میں، خوشگلی تو سنہ اور غلام دور حاضر کے تمسخر غلام
ہے، بہرہ کر کہ جن کو کی جانب بھی زمین و آسمان کی رہنمائی کرتے ہیں۔ اسی طرح قمر و ان منزل
کی فنی ترکیب بھی اپنے اندر نئے مفہوم ضمنی رکھتی ہے۔

لہتا ز حسن داشت ہمہ رنگ دل نشیں

رخشدگی تو سنہ نار ابہت از ماساعت

یا

نظر کرد در بر سر افلاک مہر و ماہ

مار اچوں دید حسن ظلا را بہار ساخت

یا

مادر سکوت چرخ و خلا نکستہ دیدہ ایم

ایں شور بے صد اکہ بہ محنت المی رود

در پنج و تاسب زلف در اسراریم شب

در شام قیسروان منازل نشسته ای

بعض اوقات وہ انہذا و تراکیب کے انتخاب میں تخیل کی اس بلندی تک پہنچ جاتے ہیں جہاں ہم ایسے لوگوں کے ذہن کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ مثال کے لئے میں ان کی مستدرجہ تراکیب پیش کر رہا ہوں۔

۱: سیچ آید زندگی۔ جان صد افکار۔ عارض صد وجد۔ جلوہ بہنازد و مست

قبال محمد۔ شالی محمد۔ نہ ششدر می۔ اندیش البیاد۔ وسعت بیدار خود

شام رستے داری۔ تا زبیر داری۔ تھیں پاکش۔ وغیرہ

پہری ناقص رائے میں اگر وہ اس قسم کی تراکیب کی جگہ عام فہم تراکیب استعمال کریں تو زیادہ مناسب ہے۔ اسی نوع کے ان کے بعض اشعار بھی ہیں مثلاً :-

ع: تاز تحسیر بر شام خواب گراں پر خیزم

ع: ہر منزل جمال کو حامل نشسته ای

ع: چشم الطاف بگوں تا بہ نشان پر خیزم

ع: مرسل نیاز دار و وصف جمال دوست

ع: حاصل عرفان مجھنا زمش ترکین دوست

ع: رہنمائی زندگی را مستزل مگوں دوست

میرے خیال میں تمام صاحب اس معاملے میں غالب کی اس ذور کی شاہی سے متاثر نظر آتے ہیں، جب سے لوگ آسمان کہنے کی فرمائش کر رہے تھے اور وہ :-

قری کف خاکسترو۔ بلبل نفس رنگ

اسے نادر شاہی جہگہر سوختہ کیا ہے

جیسے اشعار کہنے پر مصر تھے۔ لیکن جس طرح غالب کی شکل پسندی ان کے لئے زیادہ

مورد نہ ثابت نہیں ہوئی، اسی طرح عظام صاحب کو بھی اس سے فائدہ نہیں ہوگا۔ لہذا میں ان سے بعد احترام عرض کروں گا کہ غالب کی شکل پسندی سے مکمل حد تک گریز کریں۔ بہر حال یہ بہت اچھی بات ہے کہ عظام صاحب خود کو اس وقت مستحق نہیں سمجھ رہے ہیں۔ ان کا سفر جاری ہے اور انہیں ترقی کی بہت سی منزلیں نظر آتا ہیں۔ ادنیٰ ہی جہیں زبان میں شگرفی اختیار کر کے انہوں نے جس بہت مردانہ کاہنوت دیا ہے اس کے تعاضف بہت زیادہ ہیں اور مجھے امید ہے کہ یہ تعاضف ضرور پورے کرے گا۔ عظام صاحب میں نظم گوئی کی کافی صلاحیت موجود ہے۔ اگر وہ اس صلاحیت کو فطر خواہ تو مست فرمائیں تو بہت کامیاب ہوں گے۔ ان کی ایک نظم بعنوان ہوا ان کی قوت نظم گوئی کا ایک اچھا نمونہ ہے، اس کا ایک شعر ملاحظہ ہو۔

تو ناصر دنگ رستانی تو عکس شراب و بار ہوا

تو نمہ دنگش در زبیا تو مستبیل تو وسار ہوا

اس شعر میں وادی کاغبان کے حسین مقام کو دوسارے جہاں مقامی اثرات کو ہمارا ہے وہاں شعری معنویت اور تنگی کو بھی دو بالا کر دیا ہے۔ مندرجہ ذیل شعر میں اوکسیجن (OXYGEN) کے لفظ کا استعمال جدید دور کے تقاضوں سے بھی ہم آہنگ ہے اور شعریں ایک خاص کیفیت بھی پیدا کر رہے ہیں۔

تو گنج متاع اوکسیجن خود رنگ بہار حسن جن

مرہیزی بارخ حیلان را تو لحد و جہر قرار ہوا

آخر میں غونے کے طور پر چند ایسے اشعار پیش کر رہا ہوں جن سے ان کے کلام کو دیکھنے میں کافی مدد مل سکتی ہے۔

لاکل بر رخ کشید و صبارا بہانہ ساخت

دست حسین بہاد و صیا را بہانہ ساخت

از بندش سے خوشی ہرگز نہ گلہ دارم
آن رہبر بلا و شرم سے خایہ ششم من

ترجما جشن چراغانی کی
غیرت ہر ماہ کنال روئے تو

مجھے تقویٰ بدل داری کہ شیطان ہم شود نازان
جب سودا بہ سرداری کہ بازی باخدا کردی

کتاب دل رستم کردی بخون عاشقان پیہم
چہ نظمہ دل باگوئی تو تم چوں صبا کردی

ز جذب شوق شدہ ہل کار ہے دقیق
گدا از ملک گراں از نگار شش نعل است

آن مقتل سپاہ کو بیگن کستہ بیہا
از قتل بے گناہ بہ وقت کہ می رود

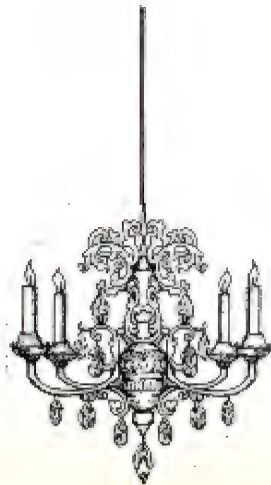
دو بعد از در گفتگو طوفان ز اور بحر و بر
نور کنال در زندگی با حکمت افسوں و آفر

نقش قسطنطنیہ و محرومی و نایابی زور
ہمہ شوریدہ سر می از نور زور سازد زور

از نور تجسم وخت و را بعضی بیار جام
از حسن بے مثال و دل آرا شباب کن

حکیم مشایق احمد خاں

ایم۔ لے۔ بی۔ ایڈ
فاضل طب و جراحات



سنہ طباعت "از حشر تا چہر شمر"

از خادمہ گہر بار چناب حکیم نثار احمد علوی (علیگ) کہ
 طیب۔ مشعر تشریف داور نقاد تاریخ دان و تاریخ گوٹے بے
 مثل است از زانی طلف فرمودہ تاریخ طباعت این کتاب
 مایہ دیدار کردہ است۔ تاریخ را در بندش شعر گزینہ تفسیر بشر
 ماکرودہ است کہ در پیچ ذیل است۔ بشکرم۔

”ماخذہ ہائے گلشن زیبا نوشتہ ایم
 رقص شرر در سحر خانہ نوشتہ ایم“

محمد عصام عظیم آبادی

(صفحہ دیگر)

قطعہ تاریخ از حکیم نثار احمد علوی

”از حسرت تا چہر شمر“ نوشتہ عن زیما
 زان سوژد ساد عشق و محبت چشیدہ ایم
 از کیفیت و سستی بے مشیہ اندازے نثار
 ماہم ز توکب خادمہ گل ہا شگفتہ ایم
 مادہ تلاش سال طبع فکر چون کنیم
 یعنی اسیر رنج و غمہم دل گرفتہ ایم
 گفتند ”اہل دل“ کہ بخوان مصرعہ عصام
 ”ماخذہ ہائے گلشن زیبا نوشتہ ایم“

۱۹۸۳ء = ۷۰ + ۱۹۱۳

حکیم نثار احمد علوی (علیگ)

نور ۲۴ اگست ۱۹۸۳ء

(پولم پاکستان)

مختصر عظیم آبادی

عوض شاعر

پاکستان میں فارسی

(جواز و دلائل)

زبان فارسی میں شعر گوئی پر تاج کی ایک مخصوص اعتراض کا رد اچ ہیں نکلا ہے وہ یہ ہے کہ جب فارسی یہاں کوئی نہیں جانتا تو اس میں شعر کہنا باعث ہے درج ذیل سطحوں میں وہ حوازیہ دلائل ہمیشہ کئے جاتے ہیں جن سے یہ بات کمال کے ساتھ ثابت کی کہ یہ مفہوم غلط ہے، انتہام بھی اور غلط بھی۔ پاکستان میں اسکول کی سطح تک تو فارسی تہہ بہ تہہ پڑھائی جاتی ہے مگر جامعات اور دانش گاہوں میں اب بھی موجود ہے۔ فارسی زبان دانی کے متعلق حال یہ طریقہ رواج اکثر یہ کہا جاتا تھا کہ فارسی میں دو رک کھتا ہوں اور کتب ہائے فارسی زیر مطالعہ رہتی ہیں۔ مگر اب یہ دعویٰ بالعموم نہیں کیا جاسکتا۔ گلستان۔ بوستان آئمہ نامہ۔ چند نامہ اور کرمیہ وغیرہ اب داستان پارینہ میں پکی ہیں۔ لہذا اب یہ کہا جاتا ہے کہ جب کوئی فارسی نہیں جانتا تو اس کے سننے اور سمجھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا (حالانکہ فارسی جاننے والوں کی اب بھی کثیر تعداد موجود ہے) یہ ظاہر تو یہ جذباتی فیصلہ درست نظر آتا ہے۔ مگر یہ حقیقت

یہ برسی نہیں ہے۔ تمام کے تمام ان مشاعروں میں جن میں راقم الحروف شریک ہوا اور اشعار بھی سنانا پڑے میں نے یہ دیکھا کہ فارسی شاعری کے مخالفت چند اشخاص ہیں جو احساس کمتری کے شکار ہیں محض شعر میں اشعار فارسی پر جو برتری نصیب ہے، غزلی یا نظم جب بھی پڑھے گئے تو انتہائی پر غلوں طور پر کچھ یوں داد ملی کہ لوگ ششدر رہ گئے۔ اشعار بطور آؤ گراف بھی لئے گئے اور جو انہیں بھی ملیج ہوئے۔ اس ضمن میں یہ بات بھی اہم ہے کہ اکثر شعری اجتماعات ایسے علاقوں میں منعقد ہوتے جہاں کا تعلیمی معیار اتنا بلند و بالا نہیں تھا جتنا کہ اکثر ترقی یافتہ علاقوں کا ہوتا ہے، اور سامعین میں تقریباً سب ہی لوگ فارسی سے باقاعدہ تعلیمی رشتے میں کبھی منسلک نہیں رہے۔ ایک محض شاعر وہیں جو ایک عرصے کے سلسلے میں منعقد ہونے والی اکثر مشاعرہ کا خزانہ نظر آتے۔ جو فارسی کیا اردو سے بھی تعلیمی حلقہ و ایسی سارے کھتے۔ مگر موجودہ شعرا میں فارسی کلام پر جو داد اس قدر کوئی دہ آپ اپنی نظر تھی۔ ایسا کیوں ہوا؟ بظاہر تو اس میں تضاد نظر آتا ہے مگر چشم بد کے لئے ایک خوبصورت کرشمہ مطابقت و نہایت ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اردو و حقیقت فارسی ہی کی دختر نیک اختر ہے۔ اس میں الفاظ و آوازیں تشابہہ۔ استعارے۔ بندش و اضافت و تشبہ و برعکس الفاظ و گوشت مضبوط و معنویت، فقر و ترنم، فکر و نظم، فصاحت، بلاغت و بلاغت اور صنائع و بدائع فارسی ہی سے زیادہ ترسے گئے ہیں۔ پاکستان میں مزید برآں اردو ادب (انشاء و نظم) اب مقابلہ ہم عصر چند ہستانی اردو کے زیادہ فارسی آئینہ ہے، اور یہ فارسی آئینہ ہیطیت پر گراں نہیں گذرتی۔ ماسوا اس کے ساتھ کہ اشعار خصوصاً امیر خسرو، سعدی، حافظ، جاجی، قاضی اور مولانا کے دوام کے عارفانہ اور عشقیہ کلام تینوں اردو دیگر اشعار آج بھی اگر مقبول نہ ہوتے تو

ریڈیو۔ ٹیلیوژن۔ رسائل و جرائد سے یہ کب کے جو ہو چکے ہوتے۔ آج بھی تو ایسے
اردو نگر محافل نغمہ دہسرو میں جب

”نئی دہم چمنسفل بدوشب جہانگیر میں بزم“

”توئی سلطانی عالم یا محمد“ یا

”ہمدھن عید شہزادانت کمنم برہلال فہم ابروئے تو“

گاتے جاتے ہیں تو لوگوں کی حالت وحید آگیاں ہو جاتی ہے۔ اور وہ مسرور و
کیف میں ڈوب جاتے ہیں حضرت داتا گنج بخش لاہوری، حضرت شاہ عبداللطیف
بھٹائی، حضرت نعل شہباز دست تقدیر سہول شریف، یا باقر عبدالہدی گچ مشرک
پاک، بہن شریف، حضرت برہی امام اسلام آباد اور ملتان و خطہ کے بزرگان
خواہیدہ عدم کے مزادات پرشب و روز یہی کیفیت رہتی ہے۔ اگر لوگ
فارسی سے یعنی پہلے کسی کی فائزانی یا کسی کے بالید میں تو پھر اس کیفیت دوسروں کے یا مٹی
یہاں کے عوام اگر نہ ہی یا جرمین نفوس کو مسترک کیف میں کیوں نہیں ڈوب جاتے؟
وہ نظر ہرچے فارسی زبان ہمارے کلچر کا آئینہ ہے اور اردو بہت حد تک فارسی
اور عربی کے لفظی و معنوی ملیوس میں جابر و سب یوکر ہم رنگ نفوذاتی ہے۔ ہاں
اس حقیقت سے بھی انکار نہیں ہے کہ افعال (VERBS)، مصداق، کچھ افعال نمثلاً
وہا و دات، اور ان کے برتنے کے بعض اقدار ہندی کے ماخذ سے اردو کو ورثے
میں ملے ہیں، مگر ان کی تعداد کبیرا افعال و مصداق کے قلیل ہے۔ مثلاً ہندوستان
میں بچہ، پوہب، اتر، وکھن، اولی نگارشات میں بالعموم مستعمل تھے۔ پاکستان
میں مغرب، مشرق، شمال و جنوب کے علاوہ اور کوئی اصطلاح عام طور پر مستعمل نہیں
ہے۔ اتفاقاً تو ”جیل“، ”آف“، ”تھم“، ”اربعہ اور“ ”زال“ اور دھنے
ہند میں نہ پہلے مستعمل تھے اور نہ آج ہیں۔ یہاں سندھی زبان کے طفیل جس کا

ماخذ خالص عربی ہے و دوترہ میں داخل ہو گئے ہیں۔ لہذا آسان فارسی اور
فصح و بلع اردو میں صرف ”شہ“، ”یہ“ کا فرق رہ جاتا ہے۔ چنانچہ لوگ
یکدل نہ پاکستانی فارسی کو پسند کر رہے ہیں جس کا نغمہ و ترنم لافانی اور معنوی خود غلیظ
لاٹانی بہرہ یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ چند ہندی رسم و رواج اور زبان
کے دلدادہ حضرات اردو کو قتل کرنے میں دل و جان سے لگے ہوئے ہیں۔
گرچہ ان کی تعداد اور ذوق دینی ہے مگر وہ اپنے دشمن پر کار بند ہیں جو یہ ہے کہ
ہندی الفاظ کو ٹھونس کر مسلمانوں کے اسلامی مزاج یکچہ اور زبان کو ہندوانہ
بنادیں۔ ایسے حضرات کے متعلق مزید کچھ کہنا بیکار ہے۔ بجز اس کے کہ اللہ تعالیٰ
ان پر جسم کرے۔

ماصل گفتاریہ ہے کہ فارسی کم از کم اشعار، نثری محاورے اور ضرب الامثال
کی حد تک پاکستان کے مسلمانوں کی متاع مزہ ہے۔ آج بھی وہ اپنی ہمگیر شہزادیت
سے جذبات کو متحرک کرتے ہوئے روحانی اور ذہنی اتدار کے نئے سنار بھی ہے
وہ جب دہ آفریں بھی ہے اور حسین و جمیل بھی اور انگریزی کا یہ متول کوچہ ترجمہ کے
ساتھ اس میں جاری و ساری نغمہ آتا ہے۔

"THE SHIP OF PERSIAN HAS
WEATHERED MANY A STORM AND
IS STILL SEA WORTHY."

"یعنی وہ بابت فارسی کا جہاز ہزاروں طوفانوں سے نہرو آ زما رہا ہے

اور اب بھی قابل کشتی رانی ہے۔"

ایک حالیہ شاعرے میں جب فارسی کے یہ اشعار سنائے گئے تو سامعین
کے چہروں پر عجب جذب و کیف کے آثار نمودار ہوئے اور وہ جھوم اٹھے:

خیال است رنگیں اثر می منور شرم
ز را و نظر رگد ز می منور شرم
ز خوشبوئے جانان نفس مشک و خیر
شرم نہیں منتشر می منور شرم

واقعہ یہ ہے کہ فارسی کے اشعار اردو کے مساوی بلکہ اس سے کچھ زیادہ پسند
کئے گئے اور قیاساً اردو میں فارسی کے سہل معنی کی کمی ہے
دہر کا سب ہے بکلی سے شب بانی وہ تدم رہ جاتی ہے اور اکثر اوقات وہ بھی نہیں
جو شمع آلودی کا ایک شعر ہے :-

” ہر شمع کہ رقص کنایا ہے بہ طرح نو “
” چشم و حیرت راغ سلسلہ قدسیاں ہے آج “

اس شعر میں ” آج “ اور ” ہے “ کے سوا کون سی چیز ہندی کی ہے ؟ علاوہ ان
کے غالب۔ علامہ اقبال اردو نگار مآثرین، متقدمین اردو و برصغیر کے شعراء
کے بھی ہر اردو اشعار کی نشان دہی کی جا سکتی ہے، جن میں فعل، حرف و عطف
یا حرف ربط وغیرہ تو ہندی کے ہیں مگر باقی سب فارسی ہی فارسی ہے طوالت
سے بچنے کے لئے مشائیں جنہیں جی جا رہی ہیں مگر جھٹس رنگ ہوں کو مسمولی تملک
کے لہر بہت سارے ایسے اشعار مل جائیں گے یا خود لوگوں کی یادداشت میں
پہلے سے محفوظ ہوں گے تو اس سے کیا یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ یہ دونوں زبانیں
ایک جہان ہیں اور ایک ہی قالب میں جلوہ افروز نظر آتی ہیں۔ ایسے ہزاروں
اشعار و محاورے شعرا اور ادبا کے پیش کئے جا سکتے ہیں جن میں صرف
” ہست و بود “ لگائیے جائیں تو منتخب الطوفان فارسی بن جائیں۔ اردو بھی
بھی۔ ایک تسلیم شدہ امر ہے کہ فارسی کی رکاب بردار تو اردو روز اول ہی

رہی ہے۔ فارسی مسلمانین پاک و ہند کے اقدار و تمدن کی حامل و ضامن
ہے۔ ہماری ہندو سیک کے بصرہ تاج میں تلاطم کی طرح موجانی انگیز ہے۔
ہمارے کلچر پر سایہ نکلن ہے اور ہزار مسلمان سہ سے ظاہری اور باطنی تعلیق کی نظر
ہے۔ عربی زبان و معراج خون دل بن کر فارسی اور اردو کی رگ و پے میں
دواں دواں ہے ترکی زبان کے بعض وہ الفاظ جو خاصاً ترکی القیل ہیں
اردو اور فارسی میں پائے جاتے ہیں حقیقت تو یہ ہے کہ اردو کے عہد طفولیت میں
ترکی الفاظ زیادہ راست اس زبان میں داخل ہو کر زبان زد عام ہو گئے ہیں۔ اس
کی اول ترین مثال تو غزل و غزلت ” اردو “ ہے۔ علاوہ اس کے باجی۔ دادی۔ نانی۔
آقا۔ قلی۔ آوچہ۔ بیٹھیہ اور ضد و تضاد شے از خروار سے پیش کئے جا سکتے ہیں۔
اس طرح ترکی کی پاشنی بھی ہے زبان مالامال ہے۔ مگر ان اسلامی زبانوں کے
انمزاج کے معاملے میں سب سے بڑا حصہ فارسی ہی کا ہے۔ اس لئے اردو آج
مزاج یاد کی رہوار ہے اور مقبول ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ مقبول عام رہے گی۔
لہذا فارسی کو ماں اور تالیق کی حیثیت سے زندہ و پائستہ رہنا چاہیے۔ مگر یہ
بات بھی تو ہر نشین رہے کہ ہمارے یہاں زندہ و جاوید وہی فارسی رہے گی
جو سادگی لئے ہوئے اردو کی ہم نشین ہو۔ جدید یا قلیل فارسی نہیں، بلکہ
پاکستانی فارسی، جس کی تعریف صرف یہ ہے کہ وہ سلیس اور پلین اردو سے
مطابقت اور مماثلت رکھتی ہو۔

ایک اور تفتیش جسے بہت اچھا لایا ہے وہ فارسی جدید اور فارسی قدیم
یعنی کلاسیکی فارسی کا ہے۔ اس دعوے کا مخزن و سرچشمہ بزرگم برتر می
” اہل زبان “ یا ” خیر اہل زبان “ ہونے کا تصور ہے۔ اس مفروضہ نے معنی
کا تجزیہ کیا جائے تو یہ اپنی موت آسانی سے مر جائے گا۔ یہ ایک تاریخی حقیقت

”من بیدل بہ غم خاں درخ جانانی بنیم“

آج سے تقریباً دو سو سال قبل ساحل انگلستان سے تین جہاز سمیت مغرب روانہ ہوئے۔ ان کا علم بردار (FLAGSHIP) جسے فلاور (MAY FLOWER) نامی جہاز تھا۔ اس کا روانہ موصول نے انگلستان کے مہاجرین کو امریکہ مستقل کرنے کا آغاز کیا۔ زبان ان مہاجرین کی وہی تھی جو انگلستان کی تھی۔ مگر آج دو صد سال گزرنے کے بعد امریکن انگلش اور بیلوئی انگلش میں تفاوتِ تطبیع ہے۔ اس طرح کنادہ، امریکہ، نیوزی لینڈ اور جنوبی افریقہ وغیرہ کی انگریزی نئی سرزمین اور نئے اوطان کے رنگ سے رنگ ہو کر علیحدہ اور منفرد ہو گئی ہے۔ برطانوی انگریزی سے اب ان کا اتنا ہی واسطہ ہے جتنا پاک و ہند کی فارسی کا موجودہ ایلانی فارسی سے۔ مگر کوئی انگریز یہ اعلان نہیں کرتا کہ ”مے“ انگریزی بولنے والا یاد رکھو کہ اہل زبان تو ہم ہیں یہ وہ انگریزی میری ہے۔ تمہاری انگریزی کلاسیک یا کچھ اور ہے لہذا تمہاری انگریز اس طرح کی جاتی ہے ”ہی“ یعنی حال فرانسیسی (FRENCH) زبان کا بھی ہوا جو سرزمینِ فرانس سے طویل سفر کے کٹاؤر پہنچی تھی، سچ اس کی شکل و صورت فرانس کی فرانسیسی سے مختلف ہے۔ اسپین سے ہسپانوی زبان جزائرِ مغرب (WEST-INDIES) اور جنوبی امریکہ میں مہاجرین کو داخل ہوئی تھی۔ مگر آج یہ دونوں کوئی ہسپانوی نہیں کہہ سکتا کہ اسپین کی ہسپانوی اور جنوبی امریکہ کی ہسپانوی زبانوں میں جو تفریق ہے اس لئے جنوبی امریکہ کی ہسپانوی کوئی زبان ہی نہیں، عربی زبان حبیبِ اپنے جیسے مورو سے نکل کر مصر پہنچی تو بے گھر، ایتھنیا اور مہاجرین مگر آج مصر کی عربی بہ شمولِ لب و لہجہ دیگر عرب ممالک کی عربی سے مختلف ہو کر یہی تمام تر زبانیں عربی کی سسٹر عمل داتا جدا رہے۔

یہ ایک مسلمہ اصولی مسلمان زبان ہے کہ نہ بولنے کی رفتار کے ہم و دشمن نے جو کس طرح پرست درج حالات خارجی و داخلی کے اثرات کو قبول کرتے ہوئے انگریز زبان بدلتی رہے تو اس کو کیا خونِ لغات رہتا ہے اور اس کا حسن یا اندیشے کے بجائے اور بھی خشن تر ہو جاتا ہے۔ مثلاً ”دلی“ کو ”دلی“ یا اس کے بعد ”دلی“ میں ”نگ“ ”نگ“ ”سوں“ ”انیاں“ ”جائیاں“ وغیرہ جیسے الفاظ سے اردو مزین نظر آتی ہے مگر وہ تو ”غالب“ ”مشیت“ کے کچھ قبل ہی اس طرح کے الفاظ متروک ہو گئے اور نئے الفاظ جدید نئی ترکیب اردو میں شامل ہوئے۔ بعد میں انگریزی کے الفاظ بھی مستعار کئے مگر اردو نہ بدلتا ہنگامی نہ بد صورت، اس لئے کہ اس میں عملِ انتقاد فطری تقاضوں کے ساتھ جاری رہا۔ آج اردو ایک نازک شدہ کھنڈہ نہیں بلکہ ایک صولتِ آفریں شہر ہے۔

آج جو ہندوستان میں اردو شاعر سے ذرا لیاں اور دیگر نغمہ دہندہ کی مضامین شدہ صدمہ کے ساتھ پائیں اور جو اردو رسائل، جرائد اور اخبارات کی بہتات ہے یا اس زبان کی جو انجمنیں قائم ہوئی جا رہی ہیں ان کا آخری تجزیہ یہ بتاتا ہے کہ دراصل یہ فارسی کی شہریت یا صحتی ترنم اور روحانی کیفیت ہے۔ بہرہ ور ہونے کی شاہ راہیں ہیں۔ اردو کے عام میں فارسی کے الفاظ کچھ اس طرح عملِ گل گئے ہیں کہ نہ صرف ان کی شناخت اب مشکل ہو گئی ہے بلکہ ان کے بغیر فہمی اور دیگر شیعہ بات کے کام چلنے بھی تقریباً ناممکن ہو گئے ہیں۔ مہارانی ریڈیو سے بھی نقلیں ہندی زبان میں نشریات کے دوران ”دل“ ”صبح“ ”شام“ ”دسم“ وغیرہ جیسے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ ثابت ہوا کہ یہ فارسی ہی ہے جو جس اردو میں خونِ بن کر دوڑ رہی ہے اور اس کو شیرتِ صدمہ انجمنِ مہارانی ہے۔ تمثیلات، واقعات اور استدلال تو بہت ہیں لیکن اس چھوٹے

سے مضمون میں ان پرستہ حاصل بحث ممکن نہیں ہے۔ بہرہ گف جو از فارسی گوئی کے
سطح میں کہاں تک کامیابی حاصل ہوئی ہے یہ اسباب ناظرین کی گراں قدر آراہی
سے معلوم ہو گا مگر میں خود اپنے آپ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ:-

اسے دل بصدو از کیش مجھ کو تو یہ بہت دے
بہرینگی نظر کہاں تک چکی نظر کہاں سے؟
بلبل کی بھی نہ باں پر میری ہی داستان ہے
بگڑی ہوئی ہے لیکن کچھ کچھ یہاں وہاں سے

قبل اس کے کہ یہ مقالہ ختم ہو چنڈ باتیں جن کا ذکر آغاز ہی میں ہونا چاہئے تھا
مگر مشکت تسلسل کے ذریعہ نہ ہو سکا اب ہو جائے تو اچھا ہے۔

سب سے پہلے کچھ اپنے بارے میں، تاکہ تشنگی قنارف دور ہو۔ میرا آبائی
قلعہ صوبہ بہار (بھارت کے دو شہروں سے ہے۔ ایک عظیم آباد (پٹنہ)
کے ایک گاؤں کرانے پر مراٹے اور دوسرا چھوٹے سے۔ یہ دونوں مقامات
سلسلہ دارنا جہاں اور دادیہاں ہیں۔ والد مرحوم کا نام محمد ہاشم تھا جو حکمہ تعلیمات
بہار میں ڈوئز نزل انسپکٹر کثافت اسکو لکھتے۔ میری تعلیم کچھ تو چھپرہ میں ہوئی اور باقی
کراچی اور دیگر مقامات میں ہوئی۔ فی الحال دس و تندرہ برس کے پیشے سے منسلک ہوں
میں کس حد تک شاعر ہوں اس کا فیصلہ تو ناظرین کی بلاغت نظر کرے گی۔ البتہ میں
خود کسی قسم کی خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہوں۔

دو مکتوبات یہ ہے کہ ان حضرات کا شکریہ کیسے ادا ہو جن کی محبت خلوص
تھا وہاں بہت افزائی، دہریہ ادا یتار کے بغیر اس کتاب کی طباعت خواب
بریشاں سے زیادہ پریشاں کن بنی ہوئی تھی۔ تقریظ و تبصرہ نگار حضرات میں
اکثر شریف ان بزرگوں کی ہے جن میں جناب پیر علی محمد دشتی کا قرآنہ علیٰ

جناب رئیس امد ہوی کی شمع افروز تہ متعبد اور جناب شہاب لکھنوی کی نگارہ
بہ انداز شعرا ہجرت کی صبر آزما مصوبت گیری مجھ جیسے بیخج وال کے لئے کچھ یوں ہے جیسے
غلاک نا پید ہونے میں کسی نئی کبکشان کی خوشنماشی، حکیم شائق احمد خان صاحب
تو دوست ہیں اس لئے حساب و دوستانہ درو دل کے مصداق خود اپنا شعر جو ان کو
پسند ہے ان کی تذکر کرتا ہوں:-

توسیم نغمہ مسد لگو ہمد داستان وفا بگو
کہ تو خط کشیدہ نگار و ما کہ ہزار جان بہار ما

صاحبان بزم خلوص کی فہرست تو بہت طویل ہے۔ کس کا ذکر کروں، اور
کس کا نہیں، مگر یہ حقیقت ہے کہ یہی وہ زندہ دلاں جنہاں دوسلوں کو
میری اس منتشر اور فقیر کا دوش کو زندگی دیکر کتاب بتانے میں سسر پاتا تھا وہاں
ہیں گئے اور اس شعر کے آئینہ دار بھی:-

کشتوی زلفہ یق آگین جہاں را قرواں کردی
نمودی دہنئے ہر گاہ میں را آسمان کردی

خدا نے بزرگ و برتر ان کا سبھی جیل کا اجہ خیر دے آئیں۔ میرے لئے
بہر حال یہ حقیقت بہت اطمینان بخش ہے کہ ان صاحبان کی قلم نے میری عدد
فرما کر حقیقت احمدائے فارسی اور تحفظ ثقافت ملی کا وہ رفیقہ ادا کیا ہے
جو ان کی، ہماری اور سب کی مشترکہ میراث ہے۔ لہذا ان کے اساتذہ گرامی
اگر نہیں اس کے قواس کے معنی ہرگز یہ نہیں ہے کہ وہ نقوش و نگار پطآن نسیان
ہو گئے۔ اس دور پر آشوب میں ایسے رفقا کہاں ملتے ہیں؟ حافظ شیرازی
نے درست ہی تو فرمایا ہے:- "دریں زمانہ رفیقے کہ خالی از غزل است"

مراحمی سے ناب و مقینہ غزل است

مختصر یہ کہ چند نام ان میں سے یہ ہیں :-

۱۔ جناب ایوب فتحی

اردو اور فارسی کے شاعر باہارت ہیں اور انشا پر دانت بھی۔ میرے کتابت شدہ مواد کا وہ سوز مطالعہ اور تصحیح (پردت ریونگ) ان ہی کے کمال کی محنت کا نتیجہ ہے۔ یہ جی نہیں بلکہ ان کے کارآمد مشوروں کے بارے میں کچھ کہنا میرے بس کی بات نہیں اس لئے صرف اتنا کہنے پر اکتفا کرتا ہوں کہ تو زنجبیر کہ نہ وسیعہ درود کا کتابچہ چن دے

۲۔ جناب خواجہ غفر حسن

بہار شریف کی شرف تہا بہادری کے پروردہ شاعر باکمال حکومت پاکستان کے افسر اعلیٰ اور دو زبان خواجہ خواجگان کے چشم و حیرت خیز حرف منظر میں نہیں بلکہ خود آج کا جگمگ حسن عظیم ہیں۔ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی سیرتوں کے حامل اپنی مثال آپ ہیں :-
”اے گل بہ تو خرسندم تو بوسے کے داری“

جناب اشرف حسن

شیشہ سازی کے ماہر یعنی انجینئر گویشہ بازی سے دور پور سیلیٹن (PORCELAIN) کی جگہ دمک رکھنے والی شخصیت انعام خداوندی نہیں تو اور کیا ہے؟ مظفر پور (بہار) ہجرات کی سرپرست خاؤں کے پروردہ کا تعارف اس دفتر سے بہتر اور کیسے ہو سکتا ہے؟

نہ محتاجم بہ گلگشت چین اسے باغبان ہرگز
بہار صد چین بر عارض جانا نہ می۔ سیسم

جناب اشرف محمد

کام تو ان کا دوسروں کو شہرت سے کم کار کرنا ہے یعنی ^{ADVERTISE}MENT
مگر تدرت کمال یہ ہے کہ کسی شاہد و حسن کے وہ مان ترانگوں کو لے کر کارخانوں اور تجارتی اداروں کو کس شام بتا دیتے ہیں عظیم آباد اہلار۔ ہجرات اکاؤنٹنٹرین گویا ان ہی کا حصہ ہے۔ میرے عزیز بھی ہیں اور دوست بھی اور ہم مشرب ہم خیال بھی
در فضائے رنگ دیو آں دلریا
داستان در داستان آید ہی

جناب محمد سمیع الحق

میننگ ڈائریکٹر رشاد پور رائیڑ گراہی۔ بہار کے تدرت عمل کے حامل اور جدت طرازی میں کامل میرے عزیز ہیں :-
تو میکہ بہ دوستی یا کیت صد صوری
دلچپ و دلربائی با فیض صد حضور ی

ڈاکٹر سید مقبول احمد

ڈاکٹر صاحب جبرج سے واپس آئے تو میں نے کہا :-
اس سال کامیاب رک کیے کام کج ہو
یہ جندگی کا حید بہ مقبولی ہر پنج ہو

سرزمین بہار اجمارت کی سمائی کے انداز سے جو اس مملکت پاک کی صبح و
شام کی تانگی سے مہر وادی مسند اور بھاد پور کا تجربہ علم دہل اور کسی رہبر فرزانہ
کی سبب تیس تو کچھ اداؤں کے ساتھ وہ یہ کہتے ہوئے آئے :-

ذوق خیال و خواب را بخشیدہ انقلاب
جو بخش دل عصام را احسار کردہ ام

جناب سید محمد یوسف

ٹریڈنگ کارپوریشن آف پاکستان کی سربراہی کے ساتھ ساتھ علم و عمل
دین و تقافت اور حسن سلوک کی سربراہی کا جامہ زیب تن کئے ہوئے میرے لئے
کچھ یوں بن گئے :-

چشمہ فیض نظر را ستم عنوان دگر
حاصل نور حرم بندہ نواز عجیب

راجہ محمد گلستان شیر افضل خان مشتاق افغان (اردو ۱)

راجہ رحمت شیر محمد خان نیازی۔ سید ظفر امام۔ سید علار الدین
شمیم احمد۔ سید اصغر حسین زیدی۔ سید ولایت علی استلاحی۔

جاوید تیار (ام۔ ان۔ جے۔ ایڈورٹائزرس) منظور حسین ری۔

امرا و طارق۔ عدیر احمد حکیم شہزادہ علوی۔ نواب عبدالغنی
وسیم الدین۔ انور سمیع آریٹھٹ اور یوسف تنویر آریٹھٹ

کی شخصیتیں گوناگوں صفات کی حامل ہیں۔ میرے ساتھ اندرائی توانائی کی جو ہمت

ہوئی اس کو یہ لوگ تسلیم نہیں کرتے :-

ساقی آئی دوسلہ دلی میں کہ شیخ شہر
باد وخی کت کہ ملک سے گرا شد

جناب عزیز احمد اور سید ظفر احمد

اول الذکر حبشہ اور ثانی الذکر لندن میں تعلیم میرے عزیز ہیں ان کا
جذبہ رنگہ اس کتاب کی اشاعت کے سلسلے میں بحر تواج بن گیا :-

اسے کہ بانغمہ صد حسن حبا ز آمدہائی
روح بے نگرہ را تو نگرہ طراز آمدہائی

جناب ام۔ آئی ارشد (چیئر مین کراچی پورٹ ٹرسٹ)

اس قدر بے پروا اور ادب نواز شخصیت کے بارے میں تھوڑا بہت لکھ کر حق ادا
نہیں ہو سکتا مگر اتنا ضرور کہوں گا کہ :-

مطلوبت از کوہ ستانندہ کا ہے بخشند
انہر جم بگدا سنے سہرہ اپنے بخشند

حکیم سید شہداء اللہ (کاتب)

ان کے لئے بس اتنا ہی کافی ہے :

کتابت از ثناء اللہ شہزاد اب اسلمی بخاند
کتاب صد غزل میخانہ شد میخانہ تر بادا

جناب سید امیر حسین (کاتب)

کتابت کے ساتھ خطابت اور اس کے ساتھ خلقِ عظیم :-

در شرافت عالمِ انسان بود

صنعتِ خدمتِ رہنمائی کا رہا

ہمارے نقطہٴ غم گسار، ہم نوادہٴ مستلم اور تفسیرِ خط و تبصرہٴ نگار

اگر میرے لئے بہ زبانِ مشرور کسی یہ قرائیں تو سبے جا نہ ہوگا :-

من ام ساختہ رستم پہلوان

دیگر نہ بیٹے بود در سیستان

محمد عطاء اللہ عظیم آبادی

۲۰ نومبر ۱۹۳۷ء



محمد عطاء اللہ عظیم آبادی

عرض شاعر در زبانِ فارسی

فارسی در پاکستان

بحوالہ تصنیف پناکٹ دہند

یکٹ اٹھ تاریخ ساز کہ در برِ تصنیف پناکٹ دہند ظہور پذیر شد این است کہ
 فائزین از بلادِ اسلامیہ بعد شکوہ آمدہ این خطبہ پستانہ در گھر از اتفاق و
 شریک و اورگا و حق و آماجگا و توفیق و اوقاتِ مباحثہ - بر این ارضِ بسیطِ فعرہ
 اسلام بر اہلست کہ وہ در نوعِ بشر یک پرستان سکون و عاقبت و اگر وہ باشند گاہ
 کثیر را مشرف بہ اسلام گردند - از خواستِ محمد بن قاسم در ملکِ آفاغین و در پیش
 لیکن زبانِ فارسی یا تو حاکمیتِ سلطانِ محمود غزنوی اول و اول و اہل و در برِ تصنیف شد -
 بعد از این سلطان شہاب الدین محمد غوری کہ تاجِ ہند بود از انصافِ سانی آمد
 فارسی را حریف در بارِ زبان و فقر قرار داد - این اہلِ باہشت تر حریفِ این زبان
 تا آنکہ زبانِ فارسی کہ نامش و گلِ نو بہار و آئینہٴ چہل دستار بود در غوہ
 عوام مقبول گشت و بر زبانِ ہستہٴ قدیم تصنیف اثر انداز شدہ اس لسانِ ہارا
 کم و بیش فارسی آئینہٴ کردارِ نجیبہٴ اختلاط زبانِ فارسی با لسانِ ہستہٴ قدیم
 یک زبانِ نو پدید آمد کہ نامش "اودکو" و سست - این زبانِ اردو و حقیقت
 و خیر فارسی است کہ لائبہٴ ادب و ادبِ انظار - ترکِ کیب - مجاورت - استعارات - کنایہ -

محاکات و طب زیر بیانی فارسی را اختصار کرده فارسی ماست .
 فارسی نو و بسند آب و تاب ترقی جویدی . باطنی و معنوی کرده و معروف تر
 قیاس زدند . شعرائے گران بدرد انشای پر از زبان بلند ماست انامیران . انفاستائی
 ما و را آفتاب آمده بناسه فارسی را مزین است و اگر داند . لهذا فارسی که خلیفه زیم
 نازک . لطیف و شیرین و فصیح و بلیغ بود به متفائلان پسے مقامی منتقد و
 مدوح شد . شعر گوئی در مصنف پسے نعمت . بنقبت بشنوی . قصیده و
 غزل عام شد . تاریخ با و داستان با و در مطبقه فطاس آمدند بزرگ باری . قضا
 عالمگیری و کلسید و دمنه مثالی چند از فهرست طول هستند .

تأخیر قیاس و آفتاب زان تا بهادر شاه خلفت فارسی را مزین آراستد
 بر آراستد کردند . لهذا فارسی بنیاد راست گرفته شخص نویافت . این فارسی را
 وطن و پرستند را باقی داشتند ترقی کرد . انفا و مصادره و ترکیب معنی و اصطلاحی
 که در ایران و افغانستان در آن زمان مروج بودند هنوز در پاک و هند جاری
 ساری هستند . در اصل فارسی ما آن فارسی است که در ایام حافظ شیرازی
 سعدی . جامی . قنائی . فردوسی . مولانا پسے دوم بنیطری پیشاوردی . رودکی و
 عوفی رایج بود و در ایران و افغانستان . فارسی آن زمان را همان فقه سیم که لغات
 رنگ رنگ و ترجمه هزار دارد . تقریباً هشت صد سال این فارسی را مصنفین و
 شعرائے برحق آهیساری کردند تا آنکه این زبان یک نهال بارور شد . بزرگان
 دین و ادیبانے کرام که باروشن ضمیر جمیع دین کردند این زبان را احیاء داده
 عام کردند . حضرت دانا گنج بخش الاهوری کشف المحجوب را تصنیف کرد
 که اقل ترین کتاب تصوف است . حضرت امیر خسرو که یک شاعر مالک و معنی
 بے مثال بود یک صنف نغمه و سرود که توانائی گویند ایجاد کرد . درین ایام

بزرگان و زبان هائے شعر و کتب هائے نقد و ضبط و رسم آمده اشاعت پذیر شدند
 غزلیات و لغت هائے فارسی در بزم سماع از زبان قوال چنین طوطی و آندند که
 این طوطی هنوز زنده و پندیده مانده است . امر و نه چوں
 نمی دانم چه منزل بود و شب جای که من بودم
 "من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جانی شدی"
 "خبر به رسید ام شب که نگار خوابی آمد"

در بزم قوالی می سرانند که کس و نا کس بیخود شده و در بے خبری می روند .
 در دور بخت صد سال فارسی بر صغیر هم تغشیه پذیر گشت . علامت معنی
 اقتضای دینی و توقعات آب و هوای این اثر کرد و بسبب تفرک کم . خال خال و
 براسه نام هست . درین شنا فارسی ایران هم تغیر گرفته و درسه و گشتد .
 فارسی افغانستان مقابلتا کم تغشیه و متغیر شد . در ایران اثرات این تغیر
 چنین طوری نمایان هست که از فارسی قدیم ایران (که فارسی ماست) قدری
 مختلف گشت لیکن باین همه فارسی مانده که از فارسی ایران و افغانستان نیست
 افغانستان پسے قابل ملاحظه . افغان بهادر و ترکیب . اصطلاحات . محاورات و
 بندش و غیره همان هستند که بودند . مثال این است که زبان هائے انگلیسی فرانسوی
 و اسپانیایی که امروزه امریکه . کسانا . استرلیا . جزایر غرب الهند و جنوبی امریکه
 رواج دارند هر چه مختلف از انسان هائے برهانی و فرانس و اسپانیاست هستند پسے
 یکسان یک رنگ و درم معنی هستند . رنگ گشت و اختلاف میان فارسی بر صغیر و فارسی
 ایران و افغانستان چنین است که هیچ مشکل پیدا نشود . حرف گوینان این ملک
 حرف فارسی گوینان پاک و متدراغوب بلندند . بنده را قلم المحرف) در افغانستان
 و ایران در فارسی پاکستان گفتار کرده است و بر موضوعات مختلف تعاریر کرده

بیزحک حوت نہیں یا حوت زنی۔ ایرانیان در پندیرانی، بر چشم و بفرما سید
گفت شاد گردند۔

دو شعر حاضر احوال این است کہ شعراء مصنفین پاکستان در کار ہائے شعر
گوئی بقیعت تالیف و تحقیق و وزیران فارسی مصروف ماندہ و انکار حاضرہ
را با سب زبان عطا کردہ اظہار کیف می کنند۔ بہرست شعرائے متاخرین پاکستان
کہ از جہاں رفتہ اند طولی است لیکن شے از خود دار سے چند نام این ہست:
علامہ اقبال (لاہوری) صوفی غلام مصطفیٰ قسیم، گرامی جالندھری، جلیہ جالندھری
مشعل لسانی، غنی ناظمیری، مجرم آبادی و آبادی گلپشہری۔ نام ہائے چند اشعرائے
حاضرہ در پاکستان این ہستند: رئیس امرہوی، پیر صاحب گلڑہر تریف، حضرت مخدوم
محمد ابراہیم طالب المولیٰ (لاہور)، علامہ علی محمد سندھ، فقیر (راجم الحروف)،
مختصر این کہ فارسی است کہ راست، رنگین و تشنگ و زود رس این فارسی
مازندہ و پایستہ و تابستہ است و نہیں خواہد ماندہ انشاء اللہ تعالیٰ۔

دشمن نہ شب پرستم کہ ہر شب خواب گویم
ہر آفتاب پیغم ہمسہ آفتاب گویم
مولانا سہ دوم

در باب شاعری ما حقے نہ دارم بجز آن کہ فارسی اوچکہ پاکستانی نثر است ہذا قدسے
تخلیف است از فارسی ایران و افغانستان برائے مایں عجیب نیست و تشنگ کہ راست، متبرک
و تشاد و ہر شعر را تجرہ خواہند کنند نہ کہ،
این است شاعری بتلافی دہودل سوز غمجات را شعر کردہ ام

محمد عصام عظیم آبادی

۲۰ نومبر ۱۹۵۵ء



محمد

اے خدائے دلپذیر و دلنواز و دل پسند
از شرابہ نوید تو این آخر پیش از جہنم

در مصاف زندگی انسان یک تخلیق خاص
عالم انسانیت از شان تو خود سودمند

در اطاعت و خلافت آدمی معروف گشت
از شنا و بندگی شد قدر انسانی بلند

در سجود و در رکوع و در قعود و در قیام
قدرت کامل کند ہم عاشقان را بہر مند

اے خدائے بھر و بر عا دل توئی قادر توئی
اے خدائے لم یزل تو خود کریم درو مند

تو لطیف و تو شریف و تو نبات و تو پناہ
تو نیاز و تو نواز و تو تسیم ہوش مند

تو شمیم و تو عیم و تو ضمیر کن فکاں
تو بشیر و تو نصیر و تو امیر نقش بند

ظاہر و باطن توئی حاضر توئی غائب توئی
بر عتصام صد کرم کن با عطاء فیض مند



نعت

جان را اشارہ می دہی
دل را اشارہ می کنی
در یائے پے پایانِ مَنا
پیدا کنارہ می کنی

تو مرجی تو محرمی
تو شربی تو رحمتی
یا رحمة اللعالمین
یا رحمة اللعالمین

حیراں من ام اے جان من
توڑی توئی یا تو پری
از حسن دل آویز تو
ہوش و غم و درشتدی

یا مصدری یا مہ جبین
یا مرسلین شہ نشین
یا رحمة اللعالمین
یا رحمة اللعالمین

در ہستی ہے جان من
در گشتی ایمان من
در وعدہ و پیمان من
در عشق صد آسان من

چوں رحمت عالم شدی
کارے نہ دارم از غمی
یا رحمة اللعالمین
یا رحمة اللعالمین

در دلی بسیار ما
اشک غم آزار ما
در جذبہ ایشاں ما
بر نامہ افتراں ما

مہر محبت می زنی
حاجت روانی می کنی
یا رحمة اللعالمین
یا رحمة اللعالمین

من در غلامان شمشا
دارم مقام محترم
از فیض دامن شمشا
خوش بخت گشته ام صنم

توئی طیب حاذقی
تو دل نشینی یا ولی
یا رحمة اللعالمین
یا رحمة اللعالمین

ہر سمت من گردیدہ ام
حسن جہاں وزیدہ ام
ناز وادانجیدہ ام
ناہید و زہرہ دیدہ ام

"لیکن توجیزے دیگری"
حسن مجسم دلبری
یا رحمة اللعالمین
یا رحمة اللعالمین

حکیم شہناشیرمان او
آورد و تر آن او
از رحمت دامن تو
انایت عنوان او

یا مظہری یا مرکز
یا شاہدی یا ذوری
یا رحمة اللعالمین
یا رحمة اللعالمین

از حسن بے پایان تو
اقصائے عالم مقتدر
در حکمت تابان تو
علم و فراست رہ گزر

جان بہار اخفیری
روح جمال اظفیری
یا رحمة اللعالمین
یا رحمة اللعالمین

اسلام ما ایمان ما
فاؤق اعظم کن عطا
در کار ما نصیحت ده
ای ظالم را کن فنا

یا تاجدار انصاری
یا محسنی یا شفی
یا رحمة اللعالمین
یا رحمة اللعالمین

من ام عصام بے لقا
در عشق تو یا مصطفیٰ
زاری کناں صبح و سرا
چشمان رحمت برکش

تو شد حبیب صادق
تو راز ہائے باطنی
یا رحمة العالمین
یا رحمة العالمین



نعت

سحر خنداں یہ نورِ خود ہمہ صبح معید این جا
چنین شہر است در دنیا کز آید نوید این جا

دریں شہر کرم اے دل نگار صد نگار آمد
خوشامد کہ بالآخر گل سوسن دمید این جا

خوشای شرب کہ سوئے او نوید راز دار آید
خوشاد قفے کہ خود آید شمیم روز معید این جا

شمیم بارغ دل داد و نظام عنبرین مضطر
نسیم عطر را قصد که جشن صبح دید این جا

قرار حسن جان گوید که آید شهسوار
نشان نقش پا گوید که مفتاح و کلید این جا

خریدار محبت را شرار حسن دل دولت
شناخوان عقیدت را همه نظم نشید این جا

نگار ناز الفت را شرار دل نشین عشق است
نیاز عاشقان دارد علاج صد و عبید این جا

عصام با وفا آید بصد مکریم و نانو دل
چه خوش گفتند ز خود عرفی به انداز جدید این جا

ادب گاه نیست زیر آسمان از عرش نازک تر
لفظ گم گشته می آید چینی و باریک این جا



نعت

جمال خدا شد جمال محمد
همه حال دنیا ز حال محمد

خوشا بزم دندان که در عشق و مستی
در آن جا بود قیام و قال محمد

نشاط و قرار و سکون و بهار
شد از آن به من از خیال محمد

چرا من نه رقصم به پیش صتم آن
که در عشق من آم جلال محمد

بهم چشم عاشق حسین تر ز لطفش
که شد چشم حیران غزال محمد

نه از درد دو عالم به پیش نگا ہے
نگا ہے که باشد جلال محمد

نه فردوس شکل شود مومن را
که فردوس اندر قبال محمد

دل و دیده من به هر سمت بتریب
چون پیغام عید از هلال محمد

مسافت نه مانده چون برقی گر بران
تفاوت که باشد وصال محمد

عصام پریشان غلام است محققا
عطا کن پنا ہے به شال محمد



نعت

مثل رنگ چراغ شفق منتشر
مثل کار نظام ادق منتشر
مثل علم بیان در سبق منتشر
در سی الفتن درق و دروق منتشر

خود حیات و ممات و فغان منتشر
حق عشق رسول زمان منتشر

کار دنیا کند کار عقبی تمام
کار حسن عقیدت ز نفع تمام
این شفق زار حسن تمنا تمام
هم سعادت و معاذ و مشتی تمام

چوں حروفِ قرآن بر زبان منتشر
حقِ عشقِ رسولِ زماں منتشر

عاشقی در حرمِ مقامے دگشت
این نظامِ جہاں بے زمانے دگشت
این کمالِ مہِ ناساے دگشت
منتشر بوائے الفتِ زمانے دگشت

بوائے او در ضمیرِ نہاں منتشر
حقِ عشقِ رسولِ زماں منتشر

تو کہ داڑِ زمان و مکاں آمدی
تو کہ لطفِ شحامِ زماں آمدی
تو کہ تنویرِ حسینِ جواں آمدی
دستِ حقِ نما بر زبان آمدی
و حدیثِ منتشر در جہاں آمدی

منتشر منتشر لا مکاں منتشر
حقِ عشقِ رسولِ زماں منتشر

از سراجا منیرا تنویرِ توئی
چشمِ بارخِ جہاں را تحویرِ توئی
سازِ تسکینِ دل را تاثرِ توئی
رنگِ حسینِ جواں را تصویرِ توئی
منتشر یادِ عاشقِ تحویرِ توئی

چوں چشتِ مکاں بے مکاں منتشر
حقِ عشقِ رسولِ زماں منتشر

راحتِ دو جہاں را زسانہ ازل
نقشِ حسنِ تمناے نا ز ازل
نازِ شفی فیضِ داودِ منورِ ازل
مرکزِ صد عقیدتِ نمازِ ازل

یا شہابِ ازل بے نشان منتشر
حقِ عشقِ رسولِ زماں منتشر

کجہر با مثلِ آہن ز سنگِ عمل
سیرتِ پاکِ تو حسنِ رنگِ عمل
نورِ ماہِ تناسلی قشنگِ عمل
منتشر یک جہاں از خدنگِ عمل

مثلِ حیرتِ نظر بے کماں منتشر
حقِ عشقِ رسولِ زماں منتشر

تو کہ فلکِ جمالی حرمِ اے شہبا!
تو سراپاِ شاعرِ آدمِ اے شہبا!
آمتی را بہ لطفِ و کرمِ اے شہبا!
بارِ عصیاں کجا من برمِ اے شہبا!

ابنِ عصامِ تو مدحتِ بیانِ منتشر
حقِ عشقِ رسولِ زماں منتشر



حضرت ابوبکر صدیقؓ

حضرت صدیق آمد یا و ناد پارسا
سابقین الاولین چون لاله رنگین قبا

شاہد کیف محبت در حصار غار ثور
در نظام عشق وستی یک شرا کہسریا

سالمک داہ طریقت نازش ارباب دیں
در نگہ معروض و رنگین و نفس شعلہ لوا

و عوت حسن عمل ہم مالک عزم جرمی
در میان دین و دنیا یک مثال بیہما

صاحب کون و مکان را یک نیاز دیش
عالم مکنون را عکس ششم در با

مرکز دین مبین کذاب را شعلہ فگن
در قباں شک و عنبر در دغا پوش و غا

کاشف بر حقیقت خود جمال اند جمال
یک کتاب صریح اول یک شہاب حسن زرا

در نظام عدل گستر شفقت ہر خاص و عام
در دیار زندگی مسکین اثر مسکین لوا

بانی بزم خلافت واقف اسرار دین
نرم رو چوں بوئے عنبر نخت چوں کوہ صفا

اے عصام با عقیدت ختم کن این نقبت
بر سلام ذات پاک صاحب صدق و وفا



حضرت فاروقِ اعظمؓ

حضرت فاروقِ اعظمؓ اے شہرہ والانشیں
اے خلیفہ اے امام اے داعیِ دین متین

اے پناہ ملک و ملت ہم جو تیغ آبدار
نافذِ عطیہ محبت کا شفِ اسرارِ دیں

تو شہامِ حسن داریِ اول و اعلیٰ مقام
اے شہرہ والانسب اے گلشنِ نازِ آفرین

اے غلامِ اسمِ احمدؓ اے مطیع و راز دار
اے سپہ سالارِ اعظمؓ انت کس فتح پیش

اے کہ تو فاروقِ اعظمؓ در بیان حق و شر
اے مجاہد اے ولاورِ عظمتِ سیدِ مبیں

در حصارِ دین و دنیا تو فخرِ اربعہ و بر
در قلوبِ مردِ مومن تو نویدِ معنیں !

تو حقیقی تو معبدی نازکی شلِ خیال
چوں شہامِ آبِ زم زم اے طبیبِ مذنبین

اے بہارِ صد نیابتِ مطلعِ حسنِ شہود
اے نظامِ نظمِ عالمِ را تمِ حرفِ یقین

اے شاعرِ ہر صولت اے شہرِ احسنِ فاض
اے تبارِ نازِ الفتِ خادمِ فتنہ و دیں

اے امامِ صد شجاعتِ فاتحِ یرموک دے
اے سوارِ اسپِ عالمِ آسِ فتحِ مبیں

در خطابت یک تجر در بلاغت شش جہاں
ماکب حسن سلاست اے خطیب آتشیں

اے قسرا و نظم دنیا اے کلیم منفرد
یک توجہ تازہ ہم بر بندہ احقر ترین

ابن عصام بے نوا آید یہ تو آخسر شہا
یک نگاہ لطف باشد ناز پر در نازنیں



حضرت عثمان غنیؓ

اے امیر المؤمنین اے حضرت عثمانؓ توئی
خادم بزم رسالت لبیت قرآنؓ توئی
پاسبان حد عقیدت نزہت ارمانؓ توئی
اے صداقت اے شرافت سطوت ایمانؓ توئی

اے وفادار رسالت وقعت الیوانؓ توئی
اے امیر المؤمنین اے حضرت عثمانؓ توئی

تو نظام زندگی را یک بہار با حیا
تو شدار زندگی را شعلہ رنگیں نوا
یک نگار با وفا و با صفا و با عنقا
دو گستان عقیدت یک نہال حسن را

اے غنی محترم عظمت دہ انسان توئی
اے امیر المؤمنین اے حضرت عثمان توئی

فاتح افغان بودی اے شہر مسند نشین
سر زمین مالک را تو بہار حسن دین
تو برائے روم و قبرص یک شہر ارتضین
غازیان دین را و جہد شعاب فاتحین

فاتح یورپ توئی جلوہ گہم القاد توئی
اے امیر المؤمنین اے حضرت عثمان توئی

تو نبی را قرب داری با وقار و کامیاب
شان کثرت و رقیب اعتبار یا دیار
تو حیا و نام داری چون بہار آفتاب
اے شہید جان نثار و با وفا و فیض یار

تو قرار روح انسان رحمت رحمت توئی
اے امیر المؤمنین اے حضرت عثمان توئی

آسمان منو فشاں را تو خلیفہ آمدی
ناز شہ دنیا و دین را تو صمیمہ آمدی
مومنای را تو یقینا یک وظیفہ آمدی
مرغزار زندگی را یک نقیبہ آمدی

تو خلیفہ تو صمیمہ نصرت جاناں توئی
اے امیر المؤمنین اے حضرت عثمان توئی

تو سواد زندگی را یک یقین زندگی
در بیان دین و دنیا تو امین زندگی
ہر محاذ زندگی را تو حین زندگی
علیہ فقر و غنا را تو متین زندگی

تو امیری تو فخری ثروت مہمان توئی
اے امیر المؤمنین اے حضرت عثمان توئی

تو عصام بے نوا را مہربان و سر پرست
مبتلائے بے کسی را پاسبان و سر پرست
ہر غریب بے امان را آستان و سر پرست
یک نگاہ لطف باشد کامران و سر پرست

اے سراپا فیض گستر اختیار تاباں توئی
اے امیر المؤمنین اے حضرت عثمان توئی



حضرت علی مرتضیٰ

در مصاف زندگی یک خلیفه یک امیر
یک نگاه روح پرور یک شراب دلپذیر

یک قرا و دین و دنیا یک بهار زندگی
یک سر و کیفیت آسایک شعار بندگی

در حصا سینه اش شد شعله زن عشق رسول
بر جبین دلش یک معش نور قبول

یک شیخ بیخ تردن نامش علی مرتضیٰ
یک جری رزم آمانا و شش ناز و عشا

یک شمیم عطر زا در انفس و انفس شب
یک شمیم صبح عالم ثواب صد تاب و تب

نیر نور بعیرت صاحب علم و دلیل
تغی ساز مشافت مالک روح جمیل

در ایصال شیر انگن در اطاعت حسن ساز
در غیر الوار تا یان در نظر ناز و نیاز

در سلوک و در ولایت کعبت روح عصا
در جمال چشت و قناد ز بهت حسن تمام





سلطان اولیاء

”اے دل بگیر دامن سلطان اولیاء“
یعنی بہارِ نازشِ نازانِ اولیاء

شکر است بے نیاز ز شدہ دیو قلبِ ما
جہانم نثارِ جلوۂ حبانانِ اولیاء

اسرارِ کائنات در موزِ جیاست دہر
واید شود بہ جانِ غلامانِ اولیاء

پند از حسنِ چیت بجز یک نگاہِ لطف
حاصل شود بہ سیرِ عیا بانِ اولیاء

تو می شوی پناہِ غریبانِ آرزو
اے شاہِ دو جهان و نگهبانِ اولیاء

مرسلِ نیاز دارد و وصفِ جمالِ دوست
فیضانِ روح و جانِ دبستانِ اولیاء

نازمِ ادا نماز سرِ دار می شود
شد اسوۂ شہید بہم جانِ اولیاء

مستند بادہ نوش ز لطفِ نگاہِ او
شیخین در طریقت ماسانِ اولیاء

علمِ ہر ز حکمِ خدا در نگاہِ شیخ
ہیچم جمالِ سطوتِ ایوانِ اولیاء

پیشِ نگاہِ دارِ عصامِ اہل معرفت
شد نقشِ دشین بہم عرفانِ اولیاء



حضرت خواجہ معین الدین چشتی

گم شود پہنائے دریا ہم بہ بحیرہ دور گیر
بے نیابت گشت انسان جز بہ پیرِ مستگیر

حاصل عرفان محمد نازش ترمین زریست
رہ نمائی بندگی را مستزلِ کمون زریست

بندگی بے خواہی شد بے نیازِ لطفِ او
بوجہِ خادوقِ عثمان نیز حیدرِ عطفِ او

در نظام روح پرورد زیت بے عنوان نیست
بر مقام دہر را تعمیر بے ایوان نیست

ہم محی الدین قادر پیر صد عرفان ما
خواجہ اجمیر باشد ناز صد ایمان ما

در طریقِ چشت و قادر در شریعت نیز ہم
در نیازِ حسن عالم شد بصیرت نیز ہم

اے مہارِ زندگی در مرشدی رنگین باش
اے عصامِ مدح خواں از بے خودی تعین باش





خیالات رنگین اثر می فروشم
ز راه نظر رگدزمی فروشم

ز خوشبوئے جانان نفس مشک دینم
شام نهان منتشر می فروشم

در چشم سپید چشم ما میکده شد
خار نظر در نظر می فروشم

ز افواو جانان نظر که کیشاں شد
شراب سحر شتبر می فروشم

برای حرارت اگر خواهی آتش
ز حسن یتاں یک شرد می فروشم

بهارت بکار بهر گر تو خواهی !
علوم و فنون و بهر می فروشم

اگر ذوق داری به کار سیاحت
مسافت به راه سفر می فروشم

اگر خواهی وسعت به انداز صحرای
سواد نظر دخت و در می فروشم

ز طوفان بحر عرب نفس خواهی
بصد غلغلہ بحر و بر می فروشم

عصایم که بالاز سود و زیانم
دل و جان به نریخ دگر می فروشم



دشمنه در دست حسین نقتد طرازی عجب
مارض شعله فشان رنگ نیاز عجب

برش تیر نظر و رطبه خونین در دل
ساحر شام و سحر شعبده باز عجب

شعله خنده به لب کاکل مشکین به دوش
غمزه خواب نهان حسن جواز عجب

سبز و خط حسین جادو سے چشمان غزال
آہوئے دشت سخن را مشر ناز عجب

قیصر ملک حسین سطوت فرخنده جمال
سوسن صبح چین زلف ایاز عجب

شفقت آب روان رحمت عالم هر شو
ساحل بحر عرب حسن حجاز عجب

چشمه فیض نظر را شمع عنوان دگر
حاصل نوب حرم بنده نواز عجب

شاہد بزم حواں هست عصام خوش گو
تابش حسن سحر لغ نواز عجب





پیغام وصل یار بہ عنوان شاعری
 ای تحفہ جمال شد ایران شاعری
 آن رگس سیاہ کند وعدہ وصال
 شد چشم یار باعث فیضان شاعری
 در بزم نانویش خودش ساقی جمال
 مارا دہد پیالہ چوں مرجان شاعری
 آن رقص بے پناہ باشد کمال دوست
 عریان کند نقوش رخ و جان شاعری
 در موسم بہار نہ دیدم نگاہ غفل
 جز آن گلاب ناز بہ کاغذ شاعری

آن نقش دوست یار کہ رنگیں کند نقاب
 روشن کند لطف امشبستان شاعری
 ہر شخص دلتوا نہ کہ روشن کند چرخ
 در بزم ششمی شود ایران شاعری
 آن ہوا ہوس کیا کہ ز نطفہ بر عصا
 سازم ز نور شعر بادبان شاعری

لہ کاغان = ملک دادی قشنگ در پاکستان





درد آن سیم تن درد بجز آنست آنست
بهادر بے بدل سازد غم آنست آنست

عروس ارقا خواهد بود است در کنار
کند درخت خار جان مست آنست آنست

خوشی زیستی خواهد بد منزل بانه عمل با
بشر اند مقام دل مست آنست آنست

خوار باد هستی ظهور مضمحل دارد
که هر شئی شود زیر و زبر آنست آنست

عجب عارض که آمدار و گذشتش و فرشتش
شون داستان سازد سحر آنست آنست

غزل بانه جوان را غزل خواند خال حافظ کن
شهنش او سخن دیند گهر آنست آنست

تخیل بانه بیدل را بدول گیر و نمائش کن
که آید شهر مکت خود نظر آنست آنست

رباب دانه گر خواهی بخوان اشعار آتشی
فضا دانه ز صوت لغه گر آنست آنست

بهادر عشق احمد را اگر خواهی بهیمن خسرو
دل و رکعت و مستی بے خیر آنست آنست

قرار ملت بیضا ز اقبال رسا آید
شدند عالی و اگر مقتدر آنست آنست

بر انداز نیاز دل بهیمن شاد و مکر غالب
گهر بند عصام دیده و آنست آنست



آں جان نے نواز کہ نعم فروش بود
خود جانپ نگاه بنای سروش بود

اے یار و لقاؤ ز انوارِ روئے تو
صبر و قرا و ماہمہ یغمائے پیش بود

اے روئے نستان ز تو احرارِ ناب
اے شامِ میکده ز تو پشتِ فروش بود

اے مرکزِ نگاه دیر شاہوارِ حسن
اے میکده بدوش ہمہ ناؤش بود

اے گیسوئے سیاه جنوں بجز و مشک بار
خود آفتاب صبح کہ ظلمات پوش بود

صد مدحت و سلام بہ فیض پستانِ اد
بر فخرِ انبیاء کہ بہ عرفانِ کوش بود

از عزتِ نگاه ز فیضانِ آگہی
خود جنبشِ نگاه بہ اندازِ جوش بود

آں نغمہٗ فروشِ بصد صوتِ زار زار
چوں سوئے او رسید خود آوازِ گوش بود

از کس کہ اے عظامِ تو درماں طلب کنی
تقسیمِ کارِ مکر کہ فردا و دوشش بود





شراب و سرور و شرر گاہے گاہے
کند آں نظر خود نظر گاہے گاہے

طیب حسین از نگاہ شرابی
مداوائے درد و بکسر گاہے گاہے

ز شاخِ حسین خود چمن بارور شد
ز این شاخِ رنگین ثمر گاہے گاہے

صباحِ چمن حسین داد خواہد
ز رخسارِ افسوں گہر گاہے گاہے

نثارِ تحسیر ادا پیش او شد
ز جادو نگاہے اثر گاہے گاہے

ز کارِ تغافل چنین دل گرفتہ
کہ خواہد دل من ضرر گاہے گاہے

ہم جوئی ماکہ نصیر شکن است
دہد دعوتِ دشت و در گاہے گاہے

نسیمِ ارادت ز کوئے مدینہ
سراید پیام سفر گاہے گاہے

ہر شام و سحر در مدینہ سرایم
ہر کوئے محمد حشر گاہے گاہے

ہر نام محمد بہ گردِ مدینہ
ندائی شوم سر بہ سر گاہے گاہے

عصام است ادنی غلام تو شایا
صبا تو رساں این خبر گاہے گاہے



سر مستی مشاب را افکار کرده ام
جرم وصال یار را افسار کرده ام

این است شاعری به تقاضای درد دل
سوز غم حیات را اشعار کرده ام

درد کار میکشی بصد انداز ناز دل
هر قلب بیقرار را میخوار کرده ام

درد دور اتری و دم احتیاج زرد
هر گونه من خوشامد زرد دار کرده ام

از آبشار شعر چو قوس قزح به شام
هر شخص دل شکسته را گلزار کرده ام

هر صبح من دمیده چو رنگ مرغ کباب
هر شام بزم عسار من دلوار کرده ام

نماند من ویز ز لعل لب حسین
لب با سحر سرخ سرخ را لبیار کرده ام

آن روی دلنواز ز کیف شراب وصل
روشن چو آب گوهر مشهور کرده ام

بخشیده ام ز خود همه انداز بے لطف
هر بے زبان را ما بهر گفتار کرده ام

ذوق خیال و خواب را بخشیده انقلاب
چو شمع دل عصام را احسار کرده ام



زنگین و حسن یاد همه آفتاب سرخ
چون روسته ماه تاب ز رنگ حجاب سرخ

از غمزه باغ حسن چه ماحول رنگ رنگ؟
در سیلی بی پناه چون رنگ شباب سرخ

ساعت حسن مست و نظر در هجوم رنگ
در دست نازنین همه جام شراب سرخ

آن لرزش خیال که دارد صیاح گل
در چوشتی ارتعاش کند اضطراب سرخ

نقبات رنگ رنگ بریزد ز لعل لب
زین شاهکار حسن شده انتخاب سرخ

از یاد یار ما شب فرقت حسین تر
در وقت فکر زار فزین مراب سرخ

مضروب کار و دلب لعل احمرین
در رنگ و نشین همه کار ثواب سرخ

بر موقوف مقام چه پرستش هزار کرد
در طیش بی حجاب سوال و جواب سرخ





شراب ناب بدستی ز بر بند نقاب افتد
شهاب آتش بر سوز انداز شایب افتد

نکا و سرگیں دار و مزاج صبح و شام یکجا
مثال شعله کم کم شعلای آفتاب افتد

سرود و غم و آید به پیش کیف گفارش
صدائے او چون موسیقی ز خود صوت رباب افتد

به انداز تخمیل پس که این عالم ز ملکوت سر
چنین صوت به دل دارم که عالم ز خواب افتد

ز کج کن ذکاں شاید چنین منظر بود باشد
چو کوب بایں دنیا ز یک گنج سحاب افتد

جلال آتشین او چه گردان شد به بر ذره
کر شهر ناگهان کی خود به دوزخ ناز تاب افتد

ز کار آتشین هم ز تحقیق شلای دل
افشاست به آیه از اهرام به سنگ آفتاب افتد

نظر حکمت را تنیس دارد آل عصا لعل
نگار علم و فن آویزه او را بق کتاب افتد

۱. گنج سحاب: این نظریه سائنس (طبیعیات) است که اول اول یک ماده
کبیر مانند گنج سحاب بود که نامش (NEBULA) نیولا است باز آنرا شعله
آواز گرفت از پاره پاره شد - هر پاره که جدا شد یک ستاره و یا سیاره گشت
این عمل را انفجار سحاب یعنی (THE BIG BANG THEORY)
میگویند.

۲. گردان شد به بر ذره - نظریه شقیه بر این است که در جگر بر ذره یک
ذره "تحقیق" ELECTRON نامند و قص کتاب است - ELECTRON

—IN THE NUCLEUS—

مہر ناکا ساکی - شہر معروف درجایان کہ تدریس جوہری شد (ATOM BOMB)
 کی کتاب - محنت برائے تابکاری کہ در انگلیسی RADIS ACTIVITY
 می گویند۔

پیش آستانین - آن سائنس دان بزرگ کہ نظریہ اضافیت را دریافت کرد
 در انگلیسی "THEORY OF RELATIVITY" می گویند۔
 علامہ سلام - آن سائنس دان پاکستان کہ طاقت الکترومغناطیسی برق را بطور
 نحیف جوهر یک جان کرده نوبل پرائیز (NOBEL PRIZE) یافت۔

DR. ABDUS SALAM OF PAKISTAN,
 IN 1967, UNIFIED THE ELECTRO-
 MAGNETIC FORCES WITH THE
 WEAK NUCLEAR FORCES AND
 WON NOBEL PRIZE.

یک اضافت الکترومغناطیسی - اشاره است بانب نظریہ اضافیت اجزائے جوهر
 کہ در پیمانی آفتاب این اجزا (ELECTRONS) گرد "جزو مرکب" (PROTON)
 در دایره آفتاب هستند۔



از بهجوم درد سازم خواب صد افسانه هم
 در لایح قلب دارم شورش میخانه هم

خودنگار حسن دارم و تملین انداز گل
 در حریم قلب دارم رامشش مرجانه هم

درد دل صد چاک دارم صد مده افلاقی دوست
 می کند چو راسپیوئون خون همدگل خانه هم

رهنمائے رنگ مومن داغ لاله سترن
 در شاپ باغ جویم رنگس در حیات هم

ایں دل مقوم دارد یک چراغ آتشین
می گفتم از آنک روغن شمع ماقم خانه هم

اے شام روح پرور اے نظم دلباز
در دل مجروح دارم جلوه حبانه هم

از شراب چشم زکس از کلام ناز دوست
هر قدم در کف دارم نغمه شریستانه هم

بے اثر هرگز نباشد ناله رشیم گداز
ناله شبگیر دارد وسعت دیرانه هم

شد نماز عشق اکثر محور ارمان دوست
این نماز کف دارد جو شش پیمان هم

این عصای قند پادشاه نذر شکر شکن
در کلام ناز دارد عشوه شکرانه هم



آن غنچه بهار و گل شاخسار صبح
تصفیه حسن یار چو منظر نگار صبح

مانند لعل مست لعل نغمه هزار
یک جام سرخ رنگ کف بے گار صبح

چو عارض شهاب سحر رنگ وز دکاه
چو سنگ آفتاب پشت پر فشار صبح

یک حسن و لنوا نظر تاب و پر بهار
یک خاور حسین سر شاه کار صبح

بدست و بقیع راز و غزل خوان و دلفریب
حاکم بر حکم خویش سرده گزار صبح

چون عید زنده دار به عید باطل دل
چون جوئے نغمه بار سر آتش را صبح

باقلب نور نور شفق رنگ و دل نواز
باز لعل عطش بر سر عطر از صبح

یک پیکر یقین سر آستان دوست
یک حسن دشین ره یادگار صبح

عنوان داستان همه نقش رنگ یار
محراب روئے دوست سر قصر یار صبح

یا فیض کامیاب و غم و کشا عصام
آید به تو مدام دم انتظار صبح



آید بجای آن نازنین چون تابش رنگ گهر
در لعل انوار خود چون نغمه شام و سحر

در کاوش کار جهان در عتوه مشه ناز من
ناز نگار دلبران ماه حمامه خواب گر

حسن وقار دلبری روح نشاط آذری
در عدن در گفتگو طوفان زار در بحر و بر

نور کائنات در دنگ با حکمت افشود تو
 ہم منتشر چون صوت دل ہم متحد مثل ہنر
 روح شباب یاسمن ہم ممکن و منہل نشان
 شان چہاں بستر رنگین ادا در نگر
 چوں راقم تصویر دل ہم موج حسن بکشان
 آن کاتب تقدیر شب بر کتبہ لوح بشر
 شام زیارت زلف او صبح پیشان چشم ہم
 آید بہ ما سر و رواں چوں نخل ہائے باغ نر
 با نقہ رقابہ خود بدست چوں باد صبا
 گلستہ رنگ جناستہ خرام بے خیمہ
 حسن جہاں لاله گوی بر سینہ شبنم نما
 موج سحاب برق زن لعل لب نقاب تر

رنگین بدن آہو تختن گوہر نشان نذر نشان
 بر عاشقان ہم مہربان با شفقت سیما و زر
 گر اذن کاہر و صلی او آید بھی بہر عصا
 ہم سوئے شاعر نقد خوان آید پیام سیم بر





مضمون ما نه بوده مضمون گل رخاں را
دل آب آب کرده مضمونم تا قدان را

شهرت پر شیشه بازی گشتم به دهر خیراں
این خواب دور باشد از خواب بیکساں را

شد مفتخر به شهرت یک شاعر فواگر
بر این مقام عالی چه کار ناقصاں را

هرگز توان نه کردم گز بیش گویم از دل
هرگز روان دارم از غفا کنم عیساں را

نجات دود داری تو ای عصایم گر یل
توسیر چشم شاعر غف نشاں زماں را



پرده دار از حق رنگینی یکف جواں
یا وقا و با صفا و ره نمائے بکشاں

از فراز علم و دانش آمده فصل بهار
راز دار کشف و معنی جلوه گاه عارفان

در حقیقت عشق را کفیت دوام حسن نیست
جز رنگا و یک تعبیرت آن نه حاصل قدسیاں

هر کشاد و دیت را بهیم رنگا و ناز شرط
هر رنگا و کفیت دارد جلوه روحانیان

تو نمودی حسن عالم تو نبیادی چشم ناز
اسے شعور حسن دنیا اسے شعور مہوشاں

تو قرار روح و لغت تو سکون جسم و جاں
بے نوا من گرجے بہم تو یو اسے پریشاں

یک نگاہ ناز کن در ابتلائے روز و شب
تو خصماں ہے نوارا نازش منزل نشاں



روح بے زباں دارم دل بے مدعا دارم
نقوشیں نامرادی باز خون دل جلا دارم

نہ از روئے حسین اکثر حساب فقہ دل باشد
نہ از چشم سیمہ کارے سوالی بے ریا دارم

شہابِ احمریں دارد ہمہ رنگ جیسا سائے
حجابِ دریا و قصاں کہ شرح بے بہا دارم

شرارِ چشم معشوقے خویش کارِ خفی دارد
رقی از حسن بے تائے حیا اندر حیا دارم

عجب قرب است و خواهم نه وصل است و نه مجامعی
عجب عشر زنا را و به تصویر جفا دارم

ز کفر بے نیاز او همه عالم شود مرتد
همه کارم به کار دین بصد کار وفا دارم

نماز عاشقان باشد نیاز من جانانه
ستاره عاشقانه بهم چو تحریر جفا دارم

ستم بایست شعوری را نمی ارزم به دل اند
کرم بایست تفکرم را چو تصرف و غا دارم

عصای ناز پرورد را نیاز یک نظر بس شد
مشرای خوش نما همدم بصد رنگ حسا دارم



کیف شراب و مستی زندانه ساز من
صیغ حسین و جلوه عشوه طسرا ز من

چشم سیاه و نکبت زلف دراز اد
جذب سجود و رعبت شام نسا ز من

وصل نگاه و لذت زخم هزار دل
آه و فغان و ناله شبیم گدا ز من

امید و بیم لرزشی القاسم بے پناه
همسر و وصال جاوۀ بے جانیا ز من

بے صوت و دلپذیر ولیکن فلک شگفت
این ہم مآلی نقش آرد در آفرین

آن خواب دور گیسو ناز و دلپذیر
آن موئے شب نواز چون زلف ایاز من

یک عذریه یقین سحر تاب و سحر ساز
یک نصرت خیال چون شرب مجاز من

آن نور لا جواب به آتشمنت یقینی
آن نقش حسن یار به سوسه مجاز من

این شعر فارسی که سرایده مصام تو
شعد طائر خیال درم شاه بانو من



خود نگار دل عاشق همه رنگین آمد
مژده اے سرو و سمن خود شمعین آمد

عزبت دل همه دیرانی صحران خود گفت
اے الم دیده ببین گیسوئے مشکین آمد

منزل داور حسن قیمت شوریده سری
چون به آزاد رسد عشرت شمعین آمد

هر که داور دل بیبیاک چه دولت دارد
دل بیدار هسان نقد که شامین آمد

از لب شاخ چمن ناله و گریه بر خاست
 ہوشیار اسے نگہ خفته کہ گل چیں آمد

جیش سرو و سمن نغمہ رنگیں دارد
 گل و بلبل ہمہ رقاصاں شیر پرویں آمد

بعد انداز حسین آمدہ آں پس کمر نالہ
 در شفق زایہ چمن آں گل سریں آمد

روہ حافظ ہمہ خوشتر کہ عمامہ دارد
 اسے گل لالہ بیا پیش کہ خود بھی آمد



آں یابو دلنشین کہ خود شن یا دگار دوست
 مارا دہد پیغام لب نغمہ یار دوست

در لالہ زار حسن بہار عجیب بود
 ششاد و مسترن شدہ رنگیں عذار دوست

اسے مرسل حبیب تو عالم حسین تر
 اسے حسن ماہر تو نقش و نگار دوست

ہر غنچہ رحیم کہ شگفتہ کنار آب
 شمعیں بیکران رخ شاہکار دوست

ہر چوئے آبدار کنارش و مدد گلاب
بدست و نغمہ خوان صفت رہ گزار دوست

آن جام سرخ رنگ کہ زبید بہ دست او
شد سرخی حسین لب لاله زار دوست

لمعات رنگ و نور بہ قطبین صوفیاں
یک رنگ دلپذیر رنگ ہزار دوست

آن کار بے خودی کہ دہر ساز شباب
تخلیق کار جذب دل بے گسار دوست

آن درجے حساب کہ سو غایت حسن ہست
سرمایہ عصا سحر روزگار دوست

لے برائے ماہ شش شمس و قمر غائب می شود و در تاریکی لمعات
رنگ رنگ دلہ قلمون و قطبین شمال و جنوب نمود دارند۔



عاشقان وید را منزل بجہت رخسار نیست
کار و بار و درد را کار و دل ہشیار نیست

نقل خود ہرگز نہ دار و اصل عکس و انوار
خود ہلال عید ہمدام ابروئے خمدار نیست

در بہار تو بہ تو میل نہ ساز و نغمہ ہرچ
بر زبان حسن اکثر لغت ناماد نیست

در امید وصل اور قصاں شوند از باب غزل
ہر خیال شوق لیکن وعدہ دیدار نیست

از نگاہ تیز بردل منهد فکر رسا
خود نگاہ نازیک ز گیس بیا ز نیست

التفات مضطرب سازد به دل داروئے دل
این دوا از دست نازک شربت عطار نیست

نقش حسن گلبدن رنگین کند بزم خیال
تاز چشم مہوشان خود و موت پیکار نیست

صد را رنگین کند سحر نگاہ و سیمتن
گرچه دامنم زخم دل ہم مرہم یا کاذب نیست

راست گوید اے عھسام آں حافظ رنگین نوا
"درد منو عشق را داد و بجز دیدار نیست"



یاد دہو بے حساب شب نالہ می رود
از آو و گداز دل لالہ می رود

مادر سکوت چرخ و خلا کتہ دیدہ ایم
این شور بے صد اکہ بہ مثالہ می رود

این کیفیت نیرگی کہ بریزد در چشم یار
چوں آہوئے دمیدہ کہ دو سالہ می رود

شب چشم ز گسی کہ تماشا کند بگفت
ایں شام دلشیں کہ بہ دنیا لہ می رود

آن مقتل سیاه که بگین کشد بپا
آن قتل بے گناه به قتل الی رود

ز لطف به رخ تباد و کسوف به رونود
جادوئے زلف یار به رنگ الی رود

آن تشنگی به لب که نمودم بصد نیاز
از چشم اشکبار سوئے ناله الی رود

ایم نظم سرود منت عصام حزیں بوقت
از برت قلب ریخت چون ژالہ الی رود

سله وزیر اعظم اسمرائیل که در لبنان یک مقتل پیا
بپاکرده هزار با مسلمان فلسطین را قتل کرد -



اے کہ بالغم صحن حیا از آمده ای
روح بے نغمه را تو نغمه طرا از آمده ای

اشک ابیش شده رنگیں زنگاره مخور
لذت آه سحر گانه به ناز آمده ای

جذبہ حسن عقیدت ز تو غنا زبیاں
غنیہ شام و سحر حسن نماز آمده ای

اے کہ باز لعل گرہ گیر و سیہ رنگ و حسین
رنگ خوابان چمن زلف ایاز آمده ای

اے درخِ حسنِ زمانِ شعلہ فشاں راحتِ جاں
مریم زخمِ نہاں بندہ نواز آمدہ ای

رنگِ عارضِ یہ تو زبیدِ چوں تبسمِ بلفصل
دعوتِ حسنِ نظر نورِ سیانہ آمدہ ای

تو خودت لطفِ دہی از درِ الطاف و کرم
بر درِ حسنِ نظر رقت و باز آمدہ ای

قابلِ دردِ جگرِ رامشِ صد رنگِ سحر
اے طبیبِ دل و جاں حسنِ جوان آمدہ ای

چلوہ فرمائے جہاں پر تو روئے محبوب
خوشن نوائے بہ چمنِ نغمہ گداز آمدہ ای

ابنِ عصامِ یہ تو آید چوں سحرِ اورِ رنگیں
عشوہ نازِ عنزلِ شعبدہ باز آمدہ ای



نغمہ شام و سحر حرفِ بیاں بر خیزم
تابشِ حسنِ شفقِ شعلہ فشاں بر خیزم

عند لیبانِ چمنِ نغمہ ہر ایندہ پشاش
تا آبِ نوحہ فشاں نالہ کسناں بر خیزم

گرچہ دانم کہ دیو تو نہ شود و اہر گز
خود ہیا تا بہ درخِ حسنِ جواں بر خیزم

بر دلِ خفتہ یمن تو ہمہ شیخوں زدہ ای
تا صفتِ لالہ و گلِ شعلہ بہ جیاں بر خیزم

بر سر جوئے رواں شاخ حسین پیدا کن
تا به انداز چمن سبزه رواں بر خیزم

از دود لعلت و کرم زخمی نهان کن پیدا
تا ز تحسیر پر شاخواب گراں بر خیزم

از لب لعل بین ساغر جم تحفه زن
تا ز خم خانه دل حیران نهان بر خیزم

"من بیدل ز جمال تو عجب حیرانم"
چشم الطاف به کن تا به نشان بر خیزم

حاصل وصل شما حافظ رنگین گفته
"ما سر که ز کنار تو جوان بر خیزم"

من عصام به تو آیم به امید یک جام
تا ز از محفل تو تشنه دهاں بر خیزم



ز غم خودی گذرشته و عیش دوام رفت
شکر خدا که شهده حسن مدام رفت

سنگ گران شکست و فرسوده نام رفت
گریه بجز تازه که مست شمام رفت

از دشت به نشان دل صبح و شام رفت
دروید و لپیز به همه خاص و عام رفت

رازد و نیاید دلبر سے خانه ختم شد
رقص و سرود و محفل حسن کلام رفت

خود رفت چون قرار دل و جان میکند
کیف شراب و مستی و مینا و جام رفت

آن سر و دل کشی که نیا از حسین بود
بارنگ گل به نغمه حسن خرام رفت

هر نقش دلبری که امین ازل به خواست
صد حسن خوش نظام که حرف تمام رفت

هر صاحب مرا که کارے ز عقل کرد
منزل ز علم یافته دانه و دام رفت

صحن چمن ز سر و دامن چشم ز گسی
آید صدائے درد که نفس عصا رفت



این نغمه ز نشنده از صورت رباب اولی
این فرصت بے معنی در جذب شراب اولی

در عشق شمر تا بے در حسن سحر خوابی
آن درویشیتانم سوز و تپ و تاب اولی

بر عرض سوال من تو جوت نه خوابی زن
کم گوئی و خاموشی از کرب جواب اولی

اے ظلمت شب رنگے اے خورشید سبیل شب
از شکل سینه پوش و فتن بهشت تاب اولی

جز حریف کتاب دل خود هیچ نہ خواهم من
این کتبہ در دودل از نقش کتاب اولی

از حسن نگار من مسرورم و منصورم
در کای وصال او این ناز شباب اولی

اے یارِ سیه خالے اے روئے سحر تابی
در بارش نور رخ تابنده نقاب اولی

در دیده تماکش یک بحر حسین بینم
این اشک گهر رنگ از حسن حباب اولی

از سبز چشم او صد دعوتِ حیا مشب
در رنگِ شباب او بدستِ دُخراپ اولی

از کیفیت نگار او این نظمِ عصا مید
در دودِ شباب او شربِ نئے ناب اولی



گوهر لب فشان نقش و نگار آخر شد
شفقتِ حسن نظر شده یار آخر شد

محور قلب و نظر خنجر نازِ شبنم
قصه حبیبِ نهان سلسله وار آخر شد

وصلِ معشوقِ حسین در حرم نازش دل
فرصتِ آه سحر گانه یار آخر شد

مهرش نو نظریه صد ناز تمام
در حشمتِ شبنم بهارِ شب تار آخر شد

درد و شوق سفر مستزل غم پیدا کن
چند به حسن طلب راحت کار آخر شد

خنده روی حسین نغمه صد تار و باب
تا بشی رنگ سحر جستن بهار آخر شد

جلوه ماه مبین نغمه یک نجم سحر
حسرت درد و جگر و بهر قرار آخر شد

منظر خواب نهان محشر نغمه درد دل
به هر فکر و نظر طالب دار آخر شد

دوشت خار چمن و دشت صحرا تا کج
قصه زخم جگر تهمت خار آخر شد

درد و ناز حسین نغمه شد آواز عصام
بدیه رنگ سحر قصه شرار آخر شد



در کار عشق پرده غیب نصیب هست
خود قتل نظر سر راه صلیب هست

آن چشم سرمه سا که غنای الا ان کند خجیل
شد ناوک نگاه که نامش طلیب هست

من زخم دل شمارم و خوشش کاری دوم
درد و هزار دارم و لطفش عجیب هست

آن جان میکده که نشاط و باب بود
لطم بهار گفته دم عند لیب هست

ہر کس کہ زہر کردہ دارد دنیا ز و ناز
مرد امین آن کہ دیش خود عجیب هست

نقد نگاہ دارم و ذوقی چنان دوست
آن فتنہ عجیب بہ شکل ہیبت هست

من داستان غم نہ سراپیم بہ پیش کس
بندہ نواز ما ہمہ فیض جیب هست

سودا غم دل بہ سیم و زو ساس می کنم
دامم کہ بر خلاف عصام رقیب هست



شعلہ حسن کیا وعدہ دیدار کیا است
اے نگار شب غم چشم فسون کار کیا است

چشم یگون شدہ گل رنگ شرابے دارد
رقعیہ سسل بہر خنجر جو خوار کیا است

حکم این است کہ نقصان بہ طوائف سوزم
لیکن اے شوق بگو چشم شرابہ کیا است

درد آن درد کہ از دوست نہ خوابد و دریاں
در جہاں مرہم زخم دل غم خوار کیا است

دل معصوم و لب خشک و لنگا و مسکین
دل مجروح و پیرس آں دل تیار کجاست

من نه دانهم که شفق شاد بر عنا چیه کند
لیکن آں زهره و شمسین شفق زار کجاست

زلف شب رنگ عجب حسن و جوانی دارد
لیکن آں کنبلی گیسوئے شب تار کجاست

قلب و ناهید و مه و نیر تاباں ام شب
لیکن اے نیم سحر قافله سالار کجاست

لفش اقرار شود محض و مسوزی عشق
نگه عاشق محزون به سرودار کجاست

همه انداز سخن حافظ رنگین دارد
آں عصام نظر افروز و فسون کار کجاست

حافظ از یاد خواں در چین و بر مرنج
نظر معقول بفرما گل بے خار کجاست



اثاث محرم که فرخنده جهان عمل است
نشاط کار نظام کمال بے عمل است

بزار جلوه هویدا شود ز حسن کمال
بنای کاوش محنت اگر سر مطلق است

ز عجب شوق شده سهل کار بای و دقیق
گدا و سبک گران از لنگارش قفل است

عجب نغمه بر آید هم ز قلب رقیق
شباب دوست اگر خوب رو و بر عمل است

سحاب حسن درین دجیز شراب وصال
شراب وصال مگر خود سفینه غزل است

اسیر عشق سر داری کند راست
شعرا حسن اگر وجهه قتل بے بدل است

عصام گفته یک شعر حافظ شیراز
ندیم گفت که این هم زلفه ازل است

دورین زمانه رفیق که خالی از خلل است
ضراحی شے ناب و سفینه غزل است

(حافظ شیرازی)



از کین جوشن جام مجله فراب کن
از رنگ دست ساقی مہوش شراب کن

اسے بے خبر جوشن که جام است بے قرار
زان پیش می رسد بہ آفت عذاب کن

ہر جا کہ می روم ہمہ نیم جلال دوست
زین پیشہ کہ علم رسد تو نقاب کن

ما را ز عشق فیض رسیده بصد مال
از دعا و پند تو ہمہ عالم عتاب کن

از نورِ نجم و خاورِ امینِ بیابانِ حرام
از حسنِ بے مثال و دل آراشبابِ کن

توی کسی پر کار به زلفتِ سیاه او
حلقه بگوش دارد و نامدِ سحابِ کن

آن فخرِ انبیا اگر بعدِ نازِ حسن ساز
بر ما کند نگاهِ ز فیضِ ثوابِ کن

اے یارِ دلنواز و شمامِ نسیا زو ناز
در حیرتِ خموش تو گوئی خطابِ کن

در کینِ بے حسابِ نثارِ عظام بود
لیکن حرکتِ گفتِ بیاتِ حسابِ کن



ز نولے شعرِ ردقی ہمہ رنگِ بابِ گویم
”ہمہ آفتابِ بینم ہمہ آفتابِ گویم“
ز فرازِ آہِ شرم نہ نگاہِ موجِ دریا
لبِ ساحلِ قسری غمِ بے حسابِ گویم
ز زنگِ شبانہ نہ زغالِ روئے جانان
ہمہ آبِ دُناپِ دلبرِ شرابِ نابِ گویم
بصورِ چشمِ ساقی پرچہ کارِ جامِ دمیستا
بہ نگاہِ اشکِ آگینِ چہ حدیثِ آبِ گویم؟
نہ تو خانیِ بہلنے نہ تو مشاہِدِ حسنِ سیرت
ز نصیحتِ نہ کارِ ہمہ شیخِ و شایبِ گویم

نوشتراب چشم جاتاں ہم جام ہائے رنگیں
 چہ دوائے دردِ وقت دمِ ایند اب گریم؟
 ز دیارِ پیرِ روی ہم عشقِ دور و دریاں
 ز کلامِ دل نشین رخِ انتخاب گویم
 ز عصامِ دلپذیرے چہ حسن ہائے دلکش
 ہمہ اضطرابِ روی بے آبِ تاب گویم



حسنِ دار و فغہ گلزارِ با
 عشقِ دار و کارِ زارِ کارِ با

دارِ ہائے تلبِ ما آتشِ فشاں
 دارِ ہائے دروچوں اشعارِ با

دولتِ زردارِ ریز و خونِ دل
 دولتِ بیدارِ فخرِ یارِ با

نازِ آید نازِ دایرِ نازِ دوست
 نازِ آید خود بخود و دلدارِ با

آں کہ خدمت کرو خود بخود شد
حسن خدمت جان صد افکار با

در محبت درد پا دلدار شد
در فراق قلب با انوار با

دردِ جان پر نور دار و دوست
نورِ کیمیت درد با شد ناز با

کارِ نجات کار با هرگز نہ کرد
حسن خدمت رہ غماخے کار با

در شرافت عالم انساں بود
در ذالمت ترغدا غنیار با

عہدِ ماضی گفتمہ آید بے عظام
یک سخن صد نازش اسرار با

”تو چہ را باشی بہ نکرے مبتلا
کار ساز ما بہ نکرے کار ما“

(مولانا آدم)



روئے روشن جلوہ ستم نازِ دوست
در تمام قلب خود را عجب آرد دوست

دردِ قائم از نگاہِ نازِ او
در حقیقت شفقتِ اندازِ دوست

نازد آرد رشتہ ایجابِ خاص
قلب داند نغمہ آوازِ دوست

سوڑ ما چون نازِ شعلہ فشان
فقر ما چون طائرِ شہبازِ دوست

یک حقیقت حلقہ زنجیر زلفت
یک کرامت عادتِ اغمازِ دوست

یک عقوبتِ منتِ اعرافِ غیر
یک مسرتِ رجبتِ وصالِ دوست

یک تصادم از نگاهِ نازِ او
یک تکلم از لبِ اعیانِ دوست

روم و ترکی یاد آیند اے عصام
منک از یادِ ترکی رازِ دوست

”خک مغز و خشک تار و خشک پوست
از کجای آید این آوازِ دوست“
(مولانا روم)



داغِ ہائے دردِ ما گلزارِ ما
غزہِ ہائے حسنِ تو دربارِ ما

قسمتِ دردِ ستِ او دلمِ ہی
جانِ ما پروردہِ غصہِ ما

یک نگاهِ نازِ او منورِ ساز
یک شرابِ قلبِ ما اجارِ ما

قلبِ صد بیچارہ دارد آتشے
آتشے کہ اندرِ ششِ البصارِ ما

تو شگفتی مثل غنچه در چمن
من در کشتم از سم اعدیا و ما

در تکی حسن روکش می شود
در تندی جو را و آزار و ما

من توقع هیچ دارم از کس
باب رحمت احدی مختار ما

اے عصای مست تو خواہی گد
یک سخن از عهد پراسرار و ما

تو چہ را با شمی یہ فکرے مبتلا
کار ساز ما یہ فکرے کار و ما
(وہ تہذیب)



تو کجاست اے حسین رخت می روی؟
چوں شراب در سنے زمیبا می روی
اٹک ما تواج چو تسلیم شدہ
تو دریں طوفان دریا می روی
تو چہ را با تا زرد عشوہ بر بھی؟
آتشینی مثل شعلہ می روی
تو چہ را مثل صبا آوارہ ای؟
چہ نفسان قلب لیلی می روی
اہل گلشن از جدائی مضطرب
قلب شاعر را شکستہ می روی

عاشقان را زخم داده از نگاه
 بے علاج دے مداوا می روی
 سخت بید روی کردی را سوخته
 چو شرارِ سنگ خارامی روی
 خوب گفتہ سدی جادو ۱۲
 تو عتام از دل بے غم روی
 دیدہ سدی و دل ہواست
 تازہ پنداری کہ تنہا می روی



آب داریغ براں روئے تو
 سہزادہ خط حیناں روئے تو
 تو چراغِ جبین چہ راغای می کنی
 غیرتِ صمد ماہ کتعاں روئے تو
 تو بریکہ لفظ و معنی گم شدی
 مصدر الفاظ چناناں روئے تو
 خواہشِ هیچ بہاراں می کنی
 رامشِ انوارِ تاباں روئے تو

حسین یوہپ را تماشاہ کردہ یکم
خوب ترا ز آں نگاراں روئے تو

نگر کسی شہلائے تو اخسوں زند
ناز بائے چشم حیراں روئے تو

چہرہ تابان تو عرفاں دہد
خلق عالم را چراغاں روئے تو

تو نہ دانی آں کہ سستی گفتہ است
صد ہلال عید قرباں روئے تو

تو چہرا مثل شمیم آوارہ ای
صد تماشاہ گما و خوباں روئے تو

چوں بہ اسرار ہم قدم رنجہ کنی
ہم نشیں دوش دایاں روئے تو

شیع فارس! تو فروزان کن شدی؟
از عصام شاد و فرحاں روئے تو



تو نگار زہرہ جبین رسمی بہ ہزار قرب و جوار ما
تن و جان من بہ تبار تو ہمہ قلب قلب نگار ما

ز نقوش من بہ حدیث تو یہ کلمہ بیباں بہ حضور تو
تو ہزار و شصت جاں شدی صنما بیبا یہ کنسار ما

ز شراب حسن نہ طالبیم کہ خمار حسن ہنوز بہت
دل دہمند و قیہ شدہ زرد صالی جملہ نثار ما

ہمہ آفتاب جلال شو ہمہ ماہتاب جمال شو
وے دیو دل نہ شمار کن کہ نجہ التی ز دقار ما

ہمہ را ز درد و دلم بگو ہمہ ناز و دلم خسریب کن
ہمہ خواب و خواب دوام تو بگر طراب و ام حصار و ما

تو طیب جان حزین شدی تو ہمہ جاذبی تو ہمہ رقی؟
تو دوائے سوز و درون ما توئی و راز و دل ناز و ما

تو نسیم نغمہ سرا بگو ہمہ داس و ستائش و فنا بگو
کہ تو خط کشیدہ نگار ما کہ ہزار احسان بہ سار و ما

تو شمیم گلشن جان شدی تو دوائے زخم نہاں شدی
تو بیا کہ روح عصام تو یہ امیر و وصل تو یار و ما



”جعد مشکیں کہ بہ پائے بیت طناز رسد“
ساقی یہ سیمیں شدہ گل رنگ پیشہ ناز رسد

بیچ حاصل نہ شود جز یہ طوافت جانان
حسن جانان ہی خواہد یہ یک آواز رسد

دیو آہ دل من درد کہ داد و اندازے
لیکن آں نقش نہ دارم کہ یہ افراز رسد

پریش حال دل من بہ چہ کار سے وادی؟
شدہ مجروح دل من نہ بہ دم ساز رسد

"ہر کہ آمد بہ جہاں نقشِ خرابی دارد"
در خرابات کئے نیست بہ اعزاز رسد

جیلہ و مکروہن و عشوہ طرازی افصول
ہرچہ آید بہ دلم از بہت غمت از رسد

نقشِ قلاخی و محرومی و تابیانی زرد
ہمہ شوریدہ سہمی از نند زرد ساز رسد

فیضِ نغمہ نہ دہد شعبدہ کئے را بہ جہاں
بجز آن شعبدہ کہ با اشد و صد ناز رسد

کس نہ باشد بہ جہاں آن کہ مبالغہ باشد
ایں عقاصم کہ در امریکہ بہ ممتاز رسد



"نظر برود سے ساقی دارد دستا نہ می رقصد"
بہتد عنوان سبے ساقی ز خود بیگاہ نہ می رقصد
و حسیہ انم بہ ایں ساقی کہ رقصند اہل دل پیہم
عجب حیراں من ام لیکن کہ خود میخانہ می رقصد
نہ از کیفِ جلال از فقط رقصند ہمیں و دنیا
شہر در قلب بہ زورہ عجب رہانہ می رقصد
ز کار صد تفریبا فلک دیرانی چو شجر استند
بہیں ایں جہرہ کو کب کہ در ویرانہ می رقصد
و هجوم عاشقان رقصند بعد از امید ویدار سے
بہ پیش عاشقان لیکن در جانا نہ می رقصد

بصد انداز خاموشی طوایف اہل زرباشہ
 بصد غمخسار سرستی دل دیوانہ می رقصہ
 بہار نو بہ نور اہل گل رنگیں زینسادشش
 گلاب عارض جانان چہ صد مرعاض می رقصہ

عصام آں شاعر خوبی کہ از ظنیر و نکست پاشی
 شکستہ دل ز شدہ ہرگز کوشش شاپانہ می رقصہ



در مقام درد ویرانی ہنوز
 در حسرت قلب حیرانی ہنوز

شرب ما از ناز پائے چشم او
 در نیا زونا ز ارانی ہنوز

ناز صد جانان فروغ علم خود
 نقش ہائے سار انسانانی ہنوز

علم آید منکشف بروئے دوست
 باکش اسرار روحانی ہنوز

عشوه ہائے عشق او پایندہ تر
قص ہائے نور عرفانی ہنوز

روح ما از حسن او نقش دگر
رمز ہائے کایہ ایمانی ہنوز

درد ما در لغزش اقدم دست
ہر مقام درد رحمانی ہنوز

جلوہ ہائے ماہ در آپ رواں
خود گہر در کایہ تابانی ہنوز

در دیار شمع آں شکیب حسنا
شد نظام شعر فانی ہنوز

گفتہ خسرو شعر زنده اسے عظام
در حصار شمع زندانی ہنوز

* قیمت خود ہر دو عالم گفتم اسی
نرخ بالا کن کہ از دانی ہنوز



پئے سیر صحن گلشن کہ نگار خواہی آمد
شدہ مست نقہ بلبل کہ بہار خواہی آمد

دے آں کہ شعر افشاں بہ بہار خواہی آمد
میر شاخ گل ہزاراں کہ ہزار خواہی آمد

چہ ہزار کیفیت دارد ہمہ چشم جان جاناں
دل دشت و کوہ و دریا بہ نثار خواہی آمد

ہم انتشار ہستی ہمہ اضطراب قلبی
زدلم شود گریزاں کہ فترا خواہی آمد

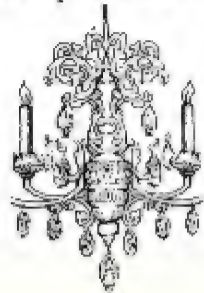
تو نگار آتشینی تو شرار دلنشینی
همه آتش جوانی بر شرار خواهی آمد

همه کار بر سر پرستی همه جام عشق و مستی
همه زند مست و نقصان که شمار خواهی آمد

پرهیز نغمه خوانی شده نشسته جوانی
دل شاد و عاشقان هم به نگار خواهی آمد

همه غنچه با و میسده همه آهوان میسده
دل و جان فدای دایچه که سوار خواهی آمد

این عصایم دل گرفته تو بیا که زنده ماند
پس از آن که آونته ماند به چه کار خواهی آمد



“ دلجم در عاشقی دیوانه شد دیوانه تر بادا
نفس از بندگی بیگانه شد بیگانه تر بادا ”

نگه ما هر به قتل عاشقان با صد بهتر باشد
نظر در کافری فرزانه شد فرزانه تر بادا

ز صوت حسن خاموشی نگه افسانه می سازد
نظر در آذری افسانه شد افسانه تر بادا

شرار حسن رمنا پی چه عکاسی کند و دل
شفق رنگ بهای مرغانه شد مرغانه تر بادا

ہمہ مقتولِ لبانی شکارِ ظلمِ صہبونی
دلِ در حریت دیوانہ شد دیوانہ تر بادا

بدنِ صہبیں ادا رنگیں ہمہ نازِ پیچیدہ
شہابِ مہوشانِ میخانہ شد میخانہ تر بادا

قرارِ زندگی آید ہمہ رنگیں یہ تو عصام
قرارِ زندگی نذرانہ شد نذرانہ تر بادا



”اے گل بہ تو خر ستم تو ہوئے کسے داری“
اے آتشِ سوزِ دل تو رنگِ کفے داری

اے دیدہ خوں باسے تو نازِ شفقِ آنی
اے غنچہ بے تاجے تو رنگِ بے داری

آئینہٴ قلبِ مایک نقشِ حسینِ داد
آں نقشِ کمرِ دامنِ درنازِ شہِ داری

از نازِ ستم گاہے از نقشِ فسونِ کالے
یک صبحِ صہبیں آید یک شامِ رنجِ داری

مظلوم جیساں باشی اے رہبرِ دیرینہ
اے خونِ شہیدان تو یک لالہ و شے داری

اے نغمہٴ محبوبی اے غنچہٴ مطلوب
در گلشنِ دامانت تو نازِ شکستہ داری

تو نازشِ سلطانے تو قبلہٴ رخسارے
بر عارضِ گلگونت تو نازِ ششہ داری

اے شبنمِ رخسارے اے جلوۂ دیدارے
بر عاشقِ دلگیرت صد کیچِ دلے داری

صد جانِ عصام آید چون لالہٴ صحرائی
اے جلوۂ رعنائی تو سروسقہ داری



رنگِ رخ یارِ مہینِ صبح درخشاں پرورد
در وسطہٴ خوابِ حسینِ سحرِ نمایاں پرورد

از نازِ کردہ احسین ہر گوشہٴ رنگِ شفق
عکسِ فروزانِ یم بہیم دریا بہ داماں پرورد

در کشورِ خالِ سیہ رخِ رجا دومی کند
از عارضِ شعلہٴ فشاں قوسِ نگاہاں پرورد

بے سادہم این زندگی نغمہٴ کناں مثلِ رباب
این نغمہٴ زارِ بندگی را طیشِ طوفانِ پرورد

لوزد شب تیره بهم از تابش انوار دوست
در فروغ روز و شب صدر شکریال پرورد

در وسعت بیم در جایک از زش ناز حسین
پر پشت قلب خون چکان لعل پیشان پرورد

قائمی شیرین مقال آں گلشن شعر و سخن
با تو عصای بهشت خوان انوار عارفان پرورد



وصل است و جانان دریا خون تمنا ریخته
از تابش چشم حسین تاب تماشا ریخته

از لعل رنگ جبین پر فرد کرده شام را
از عارض شعله فشان صبح عید ریخته

از آتش رخسار خود پر سوز کرده عشق را
از ناکب بیدادگر ذوق تقاضا ریخته

ساقی توئی باده توئی مینا توئی شیشه توئی
اے توجیه اول کرده ما را به دشمن ریخته

روح نشاط جادو ان رشک نگار بوستان
اے آبروئے گلستان حسن دل آرا ریختہ

اے مرہم زخم دردوں اے ساحلِ بحرِ فسون
از نقش ہائے آبِ گوں صد نگِ خادریختہ

یا ہم عجب رنگِ خوشی در کارِ گاہِ زندگی
از دیدہ پر ہم قوی خواہ زینارِ ریختہ

آمد عصام بے خبر خوں شد بہ غمِ قلب و جگر
آہنگِ تا آنی عجزِ چوں سیلِ لغزِ ریختہ

دلِ کردن چھوڑ دیا علیحدہ کرنا



آں حسنِ جوانِ رنگِ دیدہ بندِ قیاد
آں چشمِ سیتیزِ کندِ نبضِ قصار

رنگیں شدہ ہر دستِ زخونِ دلِ معصوم
آں دستِ جفا سرخِ کندِ رنگِ حنار

آہِ دلیِ مجبورِ بر آلودہ بہِ منسِ یاد
قریاد سے اذنِ دہکارِ وعار

آید ہمہ مشوم ز خوشبوئے معطر
عطرِ ریخ پر نو رکند دستِ صبار

چون رنگ تبسم شده داد وے جراحت
انداز تبسم دهد اعجاب دوا را

نغمات لپ حسن شود تاز ترنم
انداز بیان عشوه دهد رنگ نوا را

آن تند و ستم گار و چفا کار و فسوں کار
خون دل عشاق دهد رنگ و غما را

عرقی بر سر آید بصد انداز ترنم
آن راز عصا که کند دست غما را

عرقی تو میندیش ز غوغائے رقیبان
آواز سگان کم ز کن در زق گدا را



تو اگر سر دار باشی یا پسر سر دار باش
صاحب الطاف شویم نازش کردار باش

در بهار دین و دنیا یک نفس تازه بده
بر سر پر حسن عالم نقشه دلداری باش

دولت دنیا ز داد و رشت ز ما تو ابر دل
نازش انوار دل تو صاحب اقدار باش

کبر و نخوت باز آید بچه مقام و بچه اثر
توصیفات حلم را از خود محکم بر دار باش

تو اگر زردار باشی بر تویی این خوب تر
خلق خواهد در حقیقت محل زندار باش

انتشار بیکران را تو اگر منزل نشان
مالک بے نام خود در نفس بیدار باش

اضطرار این دآن را تو طیب حاذق
آیش و خوش تو ایا نفس خود دار باش

ریچ آید زندگی گر تو نہ بینی روئے یار
ہم چوں نگس در جہاں با جذبہ دیدار باش

راست گوید اے عصام آن عرقی دگر بیان
وسعت بیدار خود ہرگز نہ تو نادار باش

ۛ خوک باش و حرم باش و یا سگ و ارباب باش
ہرچہ باشی باش عرقی اند کہ زندار باش



دیوانہ نہ گشتم من فرزانی نہ ہستم من
ہرگز گس بیارت وارفتہ و مستم من

در شہر و بیابانم بے فیض نہ گشتم من
در شورش و سرمستی ہر بندہ گشتم من

از بندش نے نوشی ہرگز نہ گلہ دارم
آن دیر بلا تو شمع میخانہ شکستم من

افسانہ راز دل می سازد و می گوید
افسانہ دل لیکن آن بود کہ دستم من

ہم خواب نہ دارم من جز قفسہ قلاشاں
دارا و سکندر را افسانہ نہ گفتیم من

چوں شعلہ صفت آمد آن شورش ستم گاہے
از لغزش متانہ ہر لحظہ شگفتیم من

ہرگز نہ پسندم من این یا وہ و لقا فلی
از یزید گفتارش سونامہ گر ختم من

آمادہ بہ قتل من آن شورش ستم گاہے
از تیغ نگاہ او پیوستہ بکشتیم من

آں دہر قرآنہ از دور جہاں میں رفت
یا دیکھ بہ دل بستیم از ذہن نہ شکستیم من

در دہر عصام تو صد رنگ سخود شد
ای تحفہ فارس ہم از دل بہ گرفتیم من



این فقرہ گفتارش نغمہ بہ دیاب اندر
گل کاری رفتارش انجم بہ سحاب اندر

آں حسن شفیق سیرے آن نقش سحر خواہے
یک گوہر شب تالے تابندہ بہ آب اندر

آں ہوشی رنگینے آن گوہر لعل لب
چوں لالہ صحرانی سرخی بہ شجاب اندر

در چو شبنم شاپا او دیا بہ تلمسم ہیں
موج ہم حسن او صحرایہ سحاب اندر

اں جسم شفق آگیں خود انجم شب تلے
ایں زینت کو کب ہیں ملے بہ شباب اندر

انگندہ بہ عارض میں اں گیسوئے خم وادہ
گل ہائے جسم میں چوں طفل بہ خواب اندر

انفاس معطر ہیں در زیر و بزم سینہ
رنگ بر رخ مرہ نازے خوشبو بہ گلاب اندر

خود منزل مے کش شد یک جام خاک لعل
ایں عالم فانی کن غرق نئے ناب اندر

در لالہ و سوسن ہیں یک نقش حسین رنگے
ایں موج شباب او دریا بہ حجاب اندر

ایں رنگ عصام خود ز شندہ چوں حافظ ہیں
ایں شندہ در دل مستی بہ شراب اندر



قید ہزار و بندش زنجیرم آرزوست
گیسوئے شکبار و شب تیرم آرزوست

رنگیں ز حسن یا رجمہ نقش ہائے زخم
ابوئے حسن یا چوں شمشیرم آرزوست

جام سفید رنگ شد احمد ز عکس یاد
خالی حسین و عشوہ د لگیم آرزوست

ز شندہ روئے یاد ز خمیر پر قلب ما
تا شیر رنگ رنگ ز خمیرم آرزوست

تعب و خواب ما کند از این مشایخ دل
لطیف وصال یار و تعبیرم آرزوست

عالم تمام حلقه بگوشن نظام حسن
آن حسن ما بتاب ز تصویرم آرزوست

در شوق وصل یار گشتم تمام بند
عجزم به شوق گشتم و تعزیرم آرزوست

از موسم بهار نه دارم تعلقه
مارا بهار موسم تویرم آرزوست

من از کتاب فلسفه یک نکته آردم
حرف حسین دارم و تفسیرم آرزوست

این شاعر جمال عصام عجیب هست
کارم ز شعر او همه تشبیرم آرزوست



ماننده باغ گلشن زریبا نوشته ایم
رقص شرر ز سرخی غازه نوشته ایم

قادر من ام ز جزم شراب وصال او
تاریخ ساز حرف مشکبیا نوشته ایم

تا صدمه حیات نه گیرد بساط غم
ما داستان حرف معنی نوشته ایم

مرسل نیاز دارد و تاب جمال دوست
حسن نگار نازش عقبه نوشته ایم

خلقه در این حیات کند کار و پسند
ما هم حیات دهر زنده نوشته ایم

گل زخم زخم بوده چمن لخت شد
از خود قشایر گریه غنچه نوشته ایم

زنگینی هزار و پد رنگ روئے یار
تصویر حسن یار شگفته نوشته ایم

هر خواب ما گرفته محمل نه شد به دل
این کادش قرار به گریه نوشته ایم

اذن نگاه دوست شود خواب زندگی
این خواب حسن یار به صبا نوشته ایم

آن تاج دار جان غزل غالب جوان
یک شعرا عظام به خود را نوشته ایم

سه آغشته ایم بر سر خاک به خون دل
قانون باغبانی صحرای نوشته ایم



و چشم ناز به مستی بصد جبار می رقصم
سکون در دل مگر دادم به حکم یاری رقصم

گمان دارم نهان در دل که یک صبح حسین آید
خوشا وقتی که شب باقی و من بیداری رقصم

عجب دودایت اندول که سوز و دوح پنهانی
مگر آن سوز پندارم که آتش باری رقصم

برنگی حسن محبوبی فنا گشتم چون پروانه
بگرد شعله عاشق بصد بهشیاری رقصم

ہمد بیت مہبت را سراپا پیش محبوبے
شالی مویہ دریا چوں موسیقاری رقم

قسم پائے معشوقے کند فتنہ بیبا پیہم
من بیدل بہ ہرستی سیر یا زاری رقم

ندا آید بہ دل اندر ہمہ کارم بہ کار آید
چنین مسرور من گشتم بہ توک غازی رقم

پری چہرہ نگاراں ہم عجب رنگ شفق دارند
بہ این حسن شفق زاراں شب دیداری رقم

تو اے ناز حسین بیکر سیا تا رونما فی کن
برنگ موج خوں بارے بہ لالہ زاری رقم

برنگ پیر توندی عصام آید غزل امشب
مگر نازم بہ غنائے کسبتوں و ادبی رقم

سہ نام قصہ آں چاکہ مزاج حضرت عثمان مہندی است۔



ناز خواب کہکشاں آید ہی
فخر حسن مہوشاں آید ہی

اے بہاراں رقص کن در موجے
جان جان دلیراں آید ہی

یادگار نذر جادوئے دوست
باز خون و نقد خواں آید ہی

آفتابے روئے روشن لے نقاب
غیرہ زن شعلہ فشاں آید ہی

زندگی چون بود در موج روان
باعنائیت پریشان آید همی

در بهار جاودان آن نازنین
ناز سر ما بهر بان آید همی

چون مکان حبش ابروئے دوست
شفقت آب روان آید همی

در فضائے رنگ و بو آن دلربا
داستان در داستان آید همی

احمری اوجن چون رنگب جفا
لاله صد بوستان آید همی

در سرود وودی این شعری من
دشمن و دستان آید همی

اے عظام مدح خواں آن نازنین
مهربان و شادمان آید همی



قروغ آتشیں در کوزه و پیانه می بینم
سرور دلتشیں در گیس مستانه می بینم

نگاریده لها آید ز خود خندان و دشمنده
ز روی آفتاب اوچین خم خانه می بینم

سحر پیدا شود از عارض رنگین و گل افشان
شرد لرزان ز حسن عارضی مر جانده می بینم

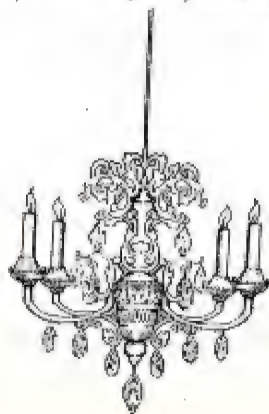
نگار ماه و شش رقت یکبار اول ربائی را
بغیر از کفر ناز اوچین ویرانه می بینم

ر بود از قلب و جدا گیس بر احساس دل آرا
بصد انداز غم خود را ز خود بیگانه می بینم

بصد انداز کینائی به غایت شان زیبائی
لقوش مه دشان با طلعت دروازی بینم

نماز زاهدان باشد غوغ شهرت تقوی
نماز عاشقان یا غمزه دیوانه می بینم

بر پیش ساقی دلبر ز خود آید عصام اشب
من بپیل به رحم خانه رخ جانانه می بینم



کاکل به رخ کشید و صبا را بهانه ساخت
دست حسین نهاده و حیا را بهانه ساخت

ساقی ز حسن ناز بر افشروز درو دل
زخم هزار داد و شفا را بهانه ساخت

نغمه ز لعل لب به حضور فغان نصیب
با کین و کم قتا و نوا را بهانه ساخت

حسن نظر نواز کند عالمی قشنگ
انوار رخ نهاده و ضیا را بهانه ساخت

از خنجر نگاه کند قتل یک جهان
تو بکین دست کرده حنا را بهمان ساخت

طنا ز حسن داشت همه رنگ و لثیم
بخشند گنج قوس نما را بهمان ساخت

نظاره کرد بر سر افلاک مهر و ماه
مارا چون دید حسن خلا را بهمان ساخت

سحر یزد داشت بر رفتار ناز خود
مست خمر ام گشت و قضا را بهمان ساخت

از شوق جان فروخت عصای توای نگار
طعن دهد عدو که ریا را بهمان ساخت



اے رنگ کجکشان که به محل نشسته ای
گوید خیال من که مقابل نشسته ای

هر جا که می رسی همه رنگین شود ز نور
اے بے غیر بین که تو در دل نشسته ای

خوشبوئے زلف یار که آید ز ما بوش
گوید به مشایخ محل به عناد دل نشسته ای

آن داستان نور که دارد مشام حیا
فرخنده تر ز ناز که شامل نشسته ای

باد روئے حساب و شفا یاب می رسم
بر مندرجہ جمال کہ حاصل نشسته ای

بر جلوہ گاہ ناز بہ خوبان رنگ رنگ
اے رشک انجن تو بہ محفل نشسته ای

در پہ در تاپ زلف در اسرار نیم شب
در شام قیروان منازل نشسته ای

از چشم سرور گیس بہ کئی قتل یک جہاں
اے حسن تمکنت تو چہ قاتل نشسته ای

باحسن لا جواب سر رود بار دل
با نرمی جمال بہ ساحل نشسته ای

اے حسن دنواز مزین شدہ تر فور
چوں ماہ نیم ماہ چہ کامل نشسته ای

بے خود کند عصام ہمہ رنجش فراق
لیکن تو اے طیب چہ غافل نشسته ای



درد ناز و قلب دارم ہم چوں درمان دگر
فیض جذب عشق دارم مثل کنعان دگر

در طعیرت در طریقت چشم ناز آید بہ ما
ہم نیاز و ناز دارم ہم چوں عس فانی دگر

این نظام حسن را الزام سازند اپن دل
خون فشان چشم را ز بیمہ بہ پیکان دگر

روئے روشن مونس اسود چشم شگون مے گسار
دامن دل ناز تار از تیسرہ و پیکان دگر

ہم نگاہِ حسن رنگیں ہم نگاہِ لطیف دوست
می شود رنگین تر از رنگِ ایوانِ دگر

در نظر مستور باشد در عمل منظورِ عام
شد مقامِ کثیف دستی نقشِ عنوانِ دگر

عشقِ ما ما و تمنا می از شمامِ آی جناب
در اطاعتِ لطف داریم ہم چوں عثمانِ دگر

تاب و تبِ برگز نہ دارم نہ دہد و تقویٰ می کنم
"ما فانی فی العشق" ہستم در دنیا باین دگر

قریب بہ منفرد گوید عصامِ خوش نوا
بیت و نکش دلریا با سوز و ایقانِ دگر

"اغوشِ مستانہ در رفتار و جامِ مے بکف
رحمتِ اے تقویٰ کہ یا ر آمد بر سامانِ دگر"
(فرد)



چنین معشوق نہ دارم کہ یہ سرِ جوشی را
از دلی خویش کن کارِ ہم آغوشی را

ایں خراباتِ جاں داشت چہ بخانہٗ خواب
چشمِ ساقی چہ کند عالمِ مے نوشی را

تارِ باغِ دگ جاں سوختہ از سوزِ دروں
نیست الا در جہاں قصہٗ گلِ پوشی را

خود دہد مردِ حسینِ نفسہٗ اندازِ چین
دعوتِ دید دہکارِ جفا کو شکی را

آں نگار غم بیدار که دارد فکر
دم به دم پیش کند جذب دل کوشی را

دل بیدار به سرچوشتی انداز مدام
خود به تدبیر زندخواهی توشتی را

آں قصه دل پر درد که دارم امشب
بر عتصام غلط آن قصه بے چوشتی را

من فدائے بیت شوقه که به هنگام وصال
به من آموخت خود آئین هم آغوشی را
(رشتی نعلانی)



شرمگین هرگز نه باشی خود ریا کار آمدی
"خود به خود آزاد بوی خود گرفتار آمدی"

هر دل مظلوم را مصلوب کردی ازستم
موی خون یکسان را سیل کسار آمدی

خلق را نیز از کردی بر شدایدی روی
بر دل مجروح ما تو بهر پیکار آمدی

حرف زن هرگز نه باشی جز به آواز گرفت
از سیاه چرخ دشت تو شراب را آمدی

تو چرا غزلت گزینی تو چرا غریبت نشانی
این خلالت دور گرد تو تو در دار آمدی

چہ سزا بر گزند باشی تا نہ کردی کارشیر
غرق در قعر مذلت خود گنہگار آمدی

ناله بائے نیم شب در جلوه کاغذ عرش و قعرش
با سحر و روح پرور تو فصول کاہ آمدی

کاروانِ نعلت را بہرگز نقابِ شام نیست
یا طلسم رنگِ گیسو تو یہ گلزار آمدی

غیرتِ نظارہ باشد آفتابِ روئے دوست
بر سر پرچمِ عارض تو شفق زار آمدی

این عصامِ بے تو را چاکری منظور نیست
تو چرا با نقشِ رنگیں خود طرحدار آمدی



در این حال پریشانی صیغن را در میاں کردی
نقابِ حین خاموشی زبانِ گلستان کردی

چرا ہم چشمِ عتابی سوادِ کہکشان کردی
چرا حسنِ نگاہِ دل نہاں اندر نہاں کردی

پیرس اسے دل جفا کے او کہ دارم بزمِ فاکویشی
بہیں زخمِ شداید را کہ با عزمِ جواں کردی

چرا گوئی کہ مے داری چرا گوئی کہ بہر مستی
بہر کف داری اگر ساغرِ چاشنہ دہاں کردی

چون داری گیسو شب گویم کش و فسون کاری
صباح عارض گل گویم رموز داستان کردی

سمن زار محبت ہیں کہ داد و رنگ مجبورین
ہمہ اشک شفیق رنگ نگار آسمان کردی

من از غم و غنا دل ہم من از غم و رشید غم
نہ نام چون خوشی را زبان بے زبان کردی

ز گلزار دلی غمگین صدائے دمدم آید
خزان کردی خزان کردی خزان کردی

شعار داغ مجبور می شود و چشم منظوری
و بدحواسی و قیام که قتل خون فشان کردی

روان شد جام یک رنگی مگر ساقی نہ ہشام شب
ہماں ساقی کہ در عالم گلندہ کا رواں کردی

شمار حسن عالم را عصام از زد بہ دل اند
کہ این ملک شگفتہ را بہار بے امان کردی



کشد بر رخ حجاب او نقاب آہستہ آہستہ
شفق از بام او گیرد شراب آہستہ آہستہ

کلائے از کلیم من شتاب آید بہ دل اند
بہد شکل رود از من جواب آہستہ آہستہ

بہ میں ساقی چشم خود ہمہ رنج حضوری را
بہد شفقت بہ ما آید نقاب آہستہ آہستہ

نگاہ اہل دل ریزد شراب تا بہ بدستی
مگر قلعہ چشم او خراب آہستہ آہستہ

نگار میکده و مشب قصص گوید به کام دل
همه حسن بیا ساز و کتاب آهسته آهسته

نماز زاهدان دارد نه عرفا نه فرقانے
نماز عاشقان ناز و به خواب آهسته آهسته

حجاب تند بر عارض چه شعلہ میکند پیدای
شب آپ حسن خود برین و شب آپ آهسته آهسته

شہید چادوان اے دل جواں مثل حقیقت است
کند ناز عقیدت باریاب آهسته آهسته

پری چہ نگارے راعصام اردو چرا اے دل؟
نگار ناز خود آید شتاب آهسته آهسته



نشاط فکر دارد کیف مستور
دل من از شراب ناب مخور

ادائے اوتبسم ہائے رنگین
نگاہ او شراب برق معور

فروغ دل سحر پرور جنور
شعور غم علاج قلب مہجور

کند روشن ہمہ عالم ز نغمہ
عجب نغمہ بطبر ز آو منصور

نظام حسن گیر و آتشین رنگ
همه عالم شعاع مهر مسرود

نگار مری رنگین چون لاله
شفق اندک شفق مسرود و شکور

جای سینه رنگین چون گنبد
دو موج بیم لب دریائے مغرور

نگار دلنشین خواهد ز عشاق
خارج ناز شریع رسم مجبور

شراب حسن آید شبنم آسا
شباب اوجیت مندی مزدور

عصام خوشنوا ساز چه نغمه
عجب رنگین عجب معروف و مسرود



تسليم ناز رعنائی شعاع زول ربا کردی
جای نوحه و سال هم شکسته چون دعا کردی

سخن گفتی و در شفق پیچیدت بای نوحه خیزان
چو ابر ناز پنهانی بیاید بر سلا کردی

بیلین در سن عجبی هم نیاز و ناز معشوقان
همه اسرار بر نانی سر محفل ادا کردی

هم کلاه گنزد کردی بر شریع نام معصومان
مگر در خانه مسجد نماز با صفا کردی

عجب تقویٰ بہ دل داری کہ شیطاں ہم شود ملاں
عجب سودا پر سوداری کہ بازی باشد اگر دی

عجب درد جگر دارم کہ ہنگام دعا کردن
شکایت می کنم جانان بہ سارے بہا کردی

ہر طرح شان محبوبی بہ شرح حسن یا قوتی
نگار گلستان آئی چوں رنگِ خود من کردی

قتیلِ زگر بہ شہلا اگر گشتم ز تو ساقی
چرا از نوکِ مشرکان ت چہیں مقتلِ ہوا کردی

کتابِ دل رقم کردی ز خونِ عاشقانِ ہم
چہ نظمِ دل رہا گوئی تر ہم چوں صبا کردی

عصام خوش نوا دار و ہمہ طہر ز چمن بندہ
چرا این رنگِ عتایی متار کہ ہر با کردی



”نئے تاب وصل دارم نے طاقت جدائی“

ہم باز خواب داری ہم نغمہ غنائی
ہم حسنِ حسنِ عالم چوں جلوہ رسانی
ہاگیسوئے درازے تو شامِ نہ لقا
خواہم ہزار لیکن مارا نہ دل ربائی

نئے تاب وصل دارم نے طاقت جدائی

روحِ دیا من جنت تو سرورِ وہ گزارے
نار و قنارِ راحت تو شامِ پر بہارے
چوں غنیمتِ ہستم بہمتِ لالہ زارے
من دعوتِ سراپا لیکن نہ باز آئی

نئے تاب وصل دارم نے طاقت جدائی

تو ساز زندگی را خود نغمه و ترجم
تو کار عاشقی را یک شبی بستم
تو را ز دلبری ہم صوتی بصد تکلم
پیش نگاہ عاشق ہرگز نہ رونمائی

لے تاپ وصل دارم نے طاقتِ جدائی

اے جلوۂ حقیقت باکیف و درودِ راحت
اے نغمہ مست بر تر تو صباحت
اے قامتِ بلندی بافتہ قیامت
رنگ ہزار داری لیکن نہ دل کشائی

لے تاپ وصل دارم نے طاقتِ جدائی

اے رنگِ صباحت اے نو آفتابے
اے جلوۂ وجاہت ہم رنگِ ماہ تابے
اے نغمہ صداقت با حسن بے نقابے
گو صوتِ دلپذیری لیکن نہ نغمہ سائی

لے تاپ وصل دارم نے طاقتِ جدائی

نقشِ عجیب از تو در کارِ حسن پیدا
ایمانے قول داری یا نظم صد ہویدا
تو فیضِ آب داری چون نہر آن زبیدہ
ایں خوب گشت لیکن دل را چہ راستائی

لے تاپ وصل دارم نے طاقتِ جدائی

تو ساحلِ مرا دے ہم بحرِ میکرا نے
تو کشتیِ تمنا تو زویرِ یاد با نے
تو نغمہ تلاطم باکیفِ داستا نے
من دل گرفتہ لیکن تو پیکرِ جفاائی

لے تاپ وصل دارم نے طاقتِ جدائی

تو اے عصامِ نازاں بر نقشِ روئے انور
ہر روز کن نمازے چوں نغمہ مکسور
عرضِ سوال خود کن پیشِ حضورِ اطہر
آید بہ مایقینا آن نورِ رہ نمائی

لے تاپ وصل دارم نے طاقتِ جدائی



“عاشقی چیست بگو بنده جانان بودن”

عاشق زلف دو تا کامل ایمان بودن
 کعبه چشم سیه زائر حیران بودن
 عاشقی چیست بگو بنده جانان بودن
 ناله آه رسا صاحب ارمان بودن
 واقف بر رهنمای حاصل عرفان بودن
 عاشقی چیست بگو بنده جانان بودن
 طالب چشم کرم صاحب آنکاران بودن
 قسمت فیض جوان رشک نگاران بودن
 عاشقی چیست بگو بنده جانان بودن
 ظلمت شام جهل شمع شیشا بودن
 مصدور از جنون کاشف نازان بودن
 عاشقی چیست بگو بنده جانان بودن

جلوه خواب حسین صبح غزل خوان بودن
 کشته شام و سحر قیدی بیدار بودن
 عاشقی چیست بگو بنده جانان بودن
 غنچه رنگ سحر حسن هزاران بودن
 آتش قلب درون سوخته سامان بودن
 عاشقی چیست بگو بنده جانان بودن
 مطیع قلب و نظر شورش زندان بودن
 مشرب جذپ جنون طالب دیوان بودن
 عاشقی چیست بگو بنده جانان بودن
 کله سوده و زیاں ناطق نادان بودن
 ره رو را و حسین مست خرامان بودن
 عاشقی چیست بگو بنده جانان بودن
 جذبه شعر عظام آه و فسر و زان بودن
 وادان دل به کس آئینه سامان بودن
 عاشقی چیست بگو بنده جانان بودن





”من قبلہ راست کردم بر سمت کج کلا ہے“

تو ناز حسن وادی ہم شدت رنگ ہے
 این گیسوئے مسلسل ہم خط سبزہ گاہ ہے
 این لرزشِ نزاکت چوں شیل و گیا ہے
 این نال و نغنائے این آہ صبح گاہ ہے

من قبلہ راست کردم بر سمت کج کلا ہے

این آتشِ شہادت چوں صبح آفتاب ہے
 این رنگ رنگ خلعت ہم رنگ ماہتاب ہے
 ہم سوز عشق دار و صند ناز باریا ہے
 ہم ناز باریا ہے صد نقش بے پناہ ہے

من قبلہ راست کردم بر سمت کج کلا ہے

تو نقش صد لطافت تو بادہ مشبانہ
 تو عکسِ ماہِ دائم در بحر بے کرانہ
 تو سن دلت آوازے یا شانِ محرماتہ
 این شانِ محرماتہ چوں داوِ باد شاہ ہے

من قبلہ راست کردم بر سمت کج کلا ہے

تو میکدہ بدستی با کیف صد صوری
 گل رنگ چوں خانی با حسن نازِ نوری
 دلچسپ و دلربائی با فیض صد حضور
 این فیض صد حضور چوں حسن با تو ہے

من قبلہ راست کردم بر سمت کج کلا ہے

یا نام فیضِ مستی با کارِ سے پرستی
 خود عاشقان بہ کارند یا شور و جویب وستی
 در کار و قصد جیسے ہر بند دل گشتی
 این ناز و لپہ میرے سے این شامِ بارگاہ ہے

من قبلہ راست کردم بر سمت کج کلا ہے

ہم رنگ ہائے خویش این بہر زور و دواست
 ہم کشت ہائے رنگیں این اشک و خون و انگ
 و کار و نشانی تو نازِ قطب و افسر
 ہم سیرِ گدازے ہم خوابِ سربراہ ہے

من قبلہ راست کردم بر سمت کج کلا ہے

تو حسن عالم تو گنج بار یابی !
 تو سرمد نگاہے تو فیض کامیابی
 تو نقش کامرانی با شان بے نقابی
 این شان بے نقابی ہم کار راست را ہے
 من قبلہ راست کردم بر سمت کج کلا ہے

جان عصام محزون تو صبح دلکشائی
 تو ناز بے نیازی با نازِ رہ نمائی
 چوں خستہ امیرے تو خواجہ رسائی
 ہر قوم راست را ہے دینے و قبلہ گا ہے
 من قبلہ راست کردم بر سمت کج کلا ہے



”
 دارد اثرے آہ سحرے“

تاریش رنگے آب گہرے
 آتشِ قلبے نورِ نظرے
 حاصلِ نخلے یارِ ثمرے
 کاشتِ دمرے دوجِ فہرے
 دیدہ پر خمِ خونِ جگرے
 دارد اثرے آہ سحرے

ماہِ تماے نازِ شمسِ دیدہ
 خالی سیاہے حسنِ دیدہ
 نشترِ ناوکِ زخمِ دیدہ
 حسنِ جوانی موجِ قضیدہ
 ذوقِ سیاحتِ برکتِ سفرے
 دارد اثرے آہ سحرے

صبح تناسل شفق گوں
زلزلت معتبر رنگیں محزون
عارض رنگیں دختہریگیوں
حرفِ محفل معنی و مضمون

کارِ محبت جلوہ بصرے
دارد اثرے آہِ سحرے

حور شامل روئے منور
حسنِ محبت بخت سکندر
عالتِ سجدہ انجم و اختہ
اے دلِ مضطر اے دلِ مضطر

نورِ محبت جلوہ دگرے
دارد اثرے آہِ سحرے

اذنِ تماشا ذوقِ تقاضا
خلوتِ رنگیں حسن سراپا
شرابِ مدائے کھٹ ہویدا
رنگِ تخیلی حاصلِ جلوہ

بارِ محبت زینتِ شجرے
دارد اثرے آہِ سحرے

غمزہ الفت بہرِ سلائے
دارد ساقی صبحِ نہ شائے
نقشِ مسور کارِ تہاے
قصہ عاشق جذبِ مدائے

جامِ محبت شرحِ چو شمرے
دارد اثرے آہِ سحرے

شعلِ عمام کارِ محبت
نقشِ لطافت سوزِ عقیدت
پردہ رنگیں پردہ زینت
شفقت و مروت سکوت و عظمت

کارِ محبت حاصلِ نظرے
دارد اثرے آہِ سحرے





ہوا

تو قاصد رنگِ رعنائی تو عکسِ شرارِ یارِ ہوا
تو نغمہٴ دلکش در دنیا تو سنبلِ کوئو کوئو ہوا

تو چرخِ جوانی را المعبرِ بردشت و چمن بر تختِ گل
تو ابرسیاہِ دلکش را یک منظرِ گوہر بارِ ہوا

تو گنجِ منارِ اوستینِ خود رنگِ بہارِ حسنِ چمن
سر سبزیِ بارِ حیاں را تو واحد و جہہٴ شرارِ ہوا

تو سارقِ مشکِ زلفِ حسین تو عکسِ شمیمِ رنگِ مبین
تو نقشِ دلگاہِ عطریچین تو دایمِ خیالِ یارِ ہوا

طوفانِ تلاطمِ دردِ دیا بارانِ و تیزِ درِ دنیا
ایں کارِ وزیدنِ کار کند تو باعثِ رنگِ ہزارِ ہوا

آں وقتِ سحرِ آن نکبتِ گلِ آن یادِ صبا چوں ساغرِ مکمل
ایں حسنِ چمنِ این غمِ دلِ از شعر و سخنِ سرشارِ ہوا

گہ صدہٴ مومِ گرمِ توئی گہ زخمشِ مہرِ چوں برفتِ توئی
و در دستِ نظامِ فطرتِ تو ہمیشہٴ ہوا ہمیشہٴ ہوا

پیغامِ وصالِ یارِ توئی خاموشِ و لطیفِ و زارِ توئی
نہنِ کی چشمِ یارِ توئی صد غلغلہٴ اثرِ ہوا ہوا

تو شعلہٴ فلکِ از معدنِ شوی از ابرسیاہِ آباد شوی
چوں اسپِ سیہٴ عقاصمِ تو را خود نامِ زندِ ہوا ہوا

لے یک مقامِ تشنگِ دروادی کاغانِ پاکستان۔

۵۷۶۵۵۱

در مدح یک دوست

بر توئی قلعۀ شاهانه مبارک باشد
بر توئی نازِ پریمی خانه مبارک باشد

چشم ایقانِ شما تا که نه باشد خالی
جلوه شمع به پروانه مبارک باشد

جامه حرف بدن چیده معنی بر دل
عشرت نغمه در دانه مبارک باشد



نغمه حافظ و عسکری و نظیری داری
دولت ناز امیرانه مبارک باشد

این دل خاص شما چونکه جوانی دارد
عزّه کار جوانانه مبارک باشد

تو مرغِ بهارِ بهار که منردا بهی آید عید
جلوه عید سحرگانه مبارک باشد

نسبت خاص که با نامِ قلم در داری
جهتِ حسن رفیقانه مبارک باشد

از عصایم که شود مدح به اثبات شما
طرفِ دوست این نذرانه مبارک باشد





در جواب نامہ دوست

اے یارِ دلخواہ و شمام بہارِ ما
اے رشکِ آفتاب نگہِ درقرا و ما

ما را کپِ شہر از عشمِ روزگار ایم
تو لعلِ قنارِ دلی جاں نشا و ما

ما در جہاں فسرودہ و خاموش چوں قمر
تو در حیات لغتِ رنگیں عذارِ ما

ما سیرِ کامِ حسنِ دل آرا نہ گشتہ ایم
تو شاد کامِ رنگِ سحر و در حصارِ ما

ما جوئے بے نیاز بہ اشکِ فغانِ شب
تو موجِ شاہکارِ سرِ رودِ بارِ ما

ما مغلِ بے شمام و گلِ داغِ داغِ ایم
تو روحِ سبزہ زار و دلِ مرغِ سزارِ ما

گم کردہ انجنِ بہ فراقِ وصالِ یار
تو طبعِ انجنِ بہ سیرِ جہیزِ یارِ ما

ما خشکِ در تمازت و بے آبِ چوں مراب
تو بتِ آبشار و رخِ آبشارِ ما

محرور و بے نیاز مثالِ اسیرِ شب
تو شاد چوں بنفشہ و رنگیں شعارِ ما

ہم کاوشِ محرام نہ آرد صبارِ گل
تو صمدِ محرامِ سرِ رنگدارِ ما

لیکن ہنوز راہ حقائق نہ گشتہ ایم
ما از مقام صدق و هدایت نہ گشتہ ایم

باشعد نگاہ جگر تاب می رسم
یا حسن کو بسا رہ یک خواب می رسم

آن آب و تاب دارم و ذوق شعار غم
باعزم کامیاب و ظفر یاب می رسم

تاب و توان و پویش و خرد دارم دو چند
مانند موج آب بر سیلاب می رسم

از تلخی زمانہ و زخم عناد و دورت
ہرگز نہ ماشکستہ و غرقاب می رسم

عزم بلند دارم و نیروئے تمہقن
ہر بند غلم ریختہ بیتاب می رسم

ماہم بہار دارم و لطف حضور پاک
یا حسن صد قضاۃ شب تاب می رسم

خواہی شود چون کار چہاں کارم زندگی
با کا و صد ہزار و مے ناب می رسم

آن رہنمائے خاص و معین و ظفر نگاہ
با چشم مشکبار و شرر تاب می رسم

چون دارم عصام ہم فیض و لنواز
با در و بے حساب و شقایب می رسم





تولالہ و شے داری

اے لاکھ صدائی تو رنگ گئے داری
 اے جملوہ رعنائی تو نازِ شے داری
 تو نورِ حبیبین داری
 تو صبحِ مبین داری
 تو شامِ حسین داری
 تو غسلِ بے داری
 اے جملوہ رعنائی تو نازِ شے داری

اے حسنِ شوق رنگے تو رنگ کئے داری
 اے پیکرِ شبِ تابے تولالہ و شے داری
 چوں موجِ صبا آئی
 چوں رنگِ حیا آئی
 چوں سخنِ جفا آئی
 تو نازِ شے داری
 اے پیکرِ شبِ تابے تولالہ و شے داری

اے غنیمتِ رنگینی تو رنگِ رخِ داری
 اے نغمہٴ پروینِ تو کیمِ دے داری
 تو لمعہٴ رنگینی
 تو شعلهٴ سببِ
 تو جملوہٴ سببِ
 تو رنگِ ہے داری
 اے نغمہٴ پروینِ تو کیمِ دے داری

اے شمعِ شیدا نے تو سرِ قدِ داری
 از شرِ عصا تم تو صدِ قربِ داری

تو کیفِ جوان داری
 تو نازِ سحرکاری
 تو شاخِ شرباری
 تو سبزِ خطی داری
 از شجرِ عصمت تو صد قربِ دل داری



ابرِ گریزاں

(برقِ مائشی دوست)

پیش لفظ :-

ابرِ ہائے سید کہ از بحیرِ قریب نزدِ ساحلِ ہائے گراچی رستندہ و بلوچستان
 می خیزند این خطہ با بحرِ روم داشتند بہرِ وسطِ پنجاب و سرحدِ می روست۔ بارانی آب
 بر ساحلِ با خفیت ترسانندہ این علاقہ را گرم و سبز آب می گزارد۔ شاعر بر این خودی
 آب شکوہ طرازا است و بے ہم امید دارد کہ شجرِ بارہ تقاضائے قدرت ابر را کشیدہ
 مانن بہ تقاطری کنند۔



بریزد آن ابر سیب جانب پندی گوهر
خاست از کجی عرب چشمه آب اطله

از کراچی شده رنجیده به پنجاب رود
شد کراچی به لب ساحل جود و انگر

ساحل سندھ و کراچی به تو اسب بحر عرب
حق واحد همه دارد چون حقوق شوهر

از درو لطف و کرم تو گیسو آب بده
تا که ساحل شود الماس به رنگ اصف

ارض پستی به کناره تو ارم هیچ نگشت
دادی دشت و دمن داشته مرکز نظر

ارض پنجاب را سر برز کند ابر سیب
قطره آب کند هر حد و کائنات اخصر

ارض به آب مخور رنج که آید ام شب
بر شنگال دلی من با همه آب کوثر

خود شجره پاکشد ابر و گیسو بار کند
مثل در ریزی چشمان عصا م مضطر

۱ کراچی یک بندرگاه و بزرگ در پاکستان.

۲ سندھ - پنجاب - سرحد - صوبہ جات پاکستان.

۳ پٹنہ شهر قدیم که راولپنڈی نامند و اسلام آباد پاکستان.

۴ پستی - یک بندرگاه و ساحل بلوچستان پاکستان.

۵ دادی دشت و دمن - یک دادی عظیم و ساحل بلوچستان پاکستان.

۶ یک داری سینو سواد در شمالی پاکستان.





شاعر مشرق علامہ اقبال

آمدہ اقبال خود صولت نشان چوں آفتاب
آمدہ اقبال خود دردمان درد و اضطراب

اندائے رستخیز ایقانِ مسلم فیض یاب
"انقلاب و انقلاب و انقلاب و انقلاب"

آمدہ آن فلسفی آن شاعرِ اسلامیان
مکتہ دینِ بیخودی با قلبِ صد روحانیان

شاعرِ شمس و قمر رنگین اثر چوں کہکشاں
شاعرِ تقدیر گر با صد خروشِ این و آن

تو طیبِ حاذقی با سخنِ عشقِ حجاز
تو نقیبِ نغزِ خواس با نغمہِ حسنِ محجاز

یک نوائے آتشیں با ضربتِ ضربِ کلیم
یک مجددِ بے گمان با غنۃِ ذوقِ سلیم

یک کلیمِ عصرِ نو یک نغمہِ محفلِ گداز
یک کلیمِ دینِ حق ہم رہسپرِ ملتِ فواز

پیر و کاہِ پیرِ روم از فکرِ خودِ مثنوی
یک نوائے خون چکان با سوزِ ہائے معنوی

نعرۃِ یانگِ دلا دارد صدائے صد جرس
نغمہ ہائے دلبری دارد مشرارِ یک نفس

نیکو ہائے کارگر ہم صاحبِ علمِ الکتاب
از معصامِ نظمِ خواس آید سرو و کامیاب



بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح

از دیار نور آمد آفتاب نور پاش
فتنہ ہائے کفر را ہر از کردہ چاک و فکاش

خود عظیم المرتبت ہم داستان و داستان
خود بہار رحمت از بوستان تا بوستان

از قہر از حسنی ہم فیض یاب و کامگار
افتخار بہتہ از کار جناح نامدار

از گردہ کفر از نسیم کردہ مملکت
کار ہائے دہری را تیز کردہ منزلت

ایں دیار پاک را نصبت کردہ چوں کتاب
از شرار قلب دادہ یک نفس چوں آفتاب

خود تکلم خود تہتم خود تر تہم چوں ریاب
یک خطیب آتشیں موج خطاب اندر خطاب

قائد جادویاں آن رہبر ملک و ملل
لطف ہائے ترسیل دادر جالے بخش عمل

ملک ماجت نشان پروردہ خون جگر
ملک پاکستان شد رشعہ از قفس شہر

ملک ما محبوب ما مطلوب ما منشور ما
نور ما منظور ما مبرور ما منصور ما

ملک اسے مختار کل تائیدہ با داتا اید
ملک اسے ناز و رکش پائندہ با داتا اید

ما شوق ملک حسین مقصم گوید آفرین
نازشین چرخ برین نازد ہی چوں نازین



انتخاب

نور افشان شد قدرت جز به مهر و ماه تاب
انتخاب حق نه باشد جز به حسن لاجواب
خواجہ اقی لقب یا صاحب اُم الکتاب
بے مثال و لا زوال و بے سوال و لاجواب
لا جواب و لاجواب و لاجواب و لاجواب

قطرت یکساں چون سازد گوهر یکمتا شود
در نظر معروف گردد حسن بے بہمتا شود
یا اویسن پاک سیرت یا عسکری پوزراب

خود ندیم و خود عظیم و خود شمیم لاجواب
لا جواب و لاجواب و لاجواب و لاجواب

منتخب چنداں کہ گروی از نگار فیض یاب
صاحبان وصعت باشند ہم ز تقوی باریاب
یا رفیق غار باشد یا عمر ابن خطاب
خوش امام و خوش مقام و خوش نظام و لاجواب
لا جواب و لاجواب و لاجواب و لاجواب

پیکر صدق و صفاتشان و خالہ چون عقاب
چاں سپاہان آمدہ ہم چون یہ حذو ہم خیاب
یا ساد و یا معوذ و یا نصرانہ اندر نقاب
ہم شہید و ہم معید و ہم و میدہ چون گلاب
لا جواب و لاجواب و لاجواب و لاجواب

ورم از جنگ غمیسر و در حنین و در بدر
در نہادند و جلور طاق و جندل و نگر
یا مقیر یا مثنیٰ حضرت مادی کراہ
ہم جبری و ہم شجاع و ہم ولی لاجواب
لا جواب و لاجواب و لاجواب و لاجواب

در ثقافت در صحافت در شریعت پے مثال
 و رفتن "امر ربی" حسن مرسل لازوال
 این جهان گنگ رنگ شد چون لاله رنگین نقاب
 ہم مبین و ہم معین و ہم نشان لا جواب
 لا جواب و لا جواب و لا جواب و لا جواب

عاشقان را درس باشد از جمالِ روی دوست
 اهلِ جذب و کیفیت را ہم کثرت باشد بوی دوست
 این مقام عشق بود در زینتِ عظامتِ جناب
 خود ادا و خود نوا و خود صدائے لا جواب
 لا جواب و لا جواب و لا جواب و لا جواب

این مقام ناز پرور و در پنا و بندگی
 بر فضیل و سبط دنیا یک نشان زندگی
 ہم چون طارقی نام قاسم تاشفین لا جواب
 ہم بمصر ہم موزع ہم مشیر لا جواب
 لا جواب و لا جواب و لا جواب و لا جواب

قطعات

جناب و اقبال

خالق ملک پاک را نغمه پیش رفت شد
 اصل وجود و ملک را نغمه سرگزشت شد

بزم خیال و خواب ہم مست مے است شد
 قائم حاجت آس را نغمه حق پرست شد

علامه اقبال

اقبال عکسِ ندرتِ اسلامیاں تویی
 کیفیتِ گدازِ دلِ مشفقانِ تویی

را و ملوک و تاجِ رخساره و شانِ تویی
 در قیل و قال جلوه گویِ قدسیاں تویی

دلِ مومن

دلِ مومن گدازِ راحتِ ہر دو جہان دارد
اسولِ فطرتِ حکمِ پیامِ مرسلان دارد

رموزِ عشقِ احمد را زولِ خیزد بہ دلِ پیروز
حدیثِ رحمتِ عالمِ شعورِ داستان دارد

سید محمد افضل و

سید محمد احمد عظیم آبادی

صاحبِ حقِّ العباد اے سیدِ افضلِ توفی
اے دو عالمے درو ما اے راحتِ بھلِ توفی
اے عطاءے زندگی اے اتحدِ عالی مقام
مالکِ لطیفِ فراوانِ صوفی اکملِ توفی

بریگیڈیئر کلیم الدین صدیقی مرحوم

در مصافِ زندگانی آن کلیم باصفاء
چون شفق از رنگِ خود بہت فراز دارد
بیکس و پیور را خود و دستدارِ زندگی
در فضاے غلہ دارد یک مقامِ کثرت

پروفیسر سید شمس الضحیٰ مرحوم

(من - ضحیٰ)

ادیب و شاعر و نقاد و نقبہ بارِ ضحیٰ
نفسِ دلاور و متاس و بہادرِ ضحیٰ
رموزِ باہِ صحتِ کشادہ پر دلِ با
بلوچ و سونٹ و ہم پیلتن نگارِ ضحیٰ

۱۔ "بلوچ" بہ صورتِ شعریِ مخففت برائے بلوچستان پاکستان۔

۲۔ "سونٹ" (SONNET) ایک صنعتِ شعر و زبانِ انگریسی کہ ضحیٰ در دو ہم

استعمال کردہ کثرت۔

۳۔ "پیلتن" ایک سلسلہ کوہِ سیاہ و کوہِ سرخ و بلوچستان پاکستان۔



ڈاکٹر وگنر (Dr. Wigner)

(ایک سائنس دان عظیم در طبیعیات)
(درواش گاکو پرفیسٹین - امریکہ)

آں وگنر کمال کہ آمد بہ علم راست
یک دولت عظیم کہ خود تحفہ بہا است
فن را نمایان کردہ طبیعیات کائنات
نوبل انعام یافتہ نقشِ حسین گزاشت



نگارِ علم

اے نگارِ علم تو را ز دوامِ زندگی
تو بہارِ فیض گستر در نظامِ زندگی
ایں ترقی ایں تمدن کار ہائے ناز تو
جوں صبحِ نور پرور تو پیامِ زندگی





دعا

یا الهی رحم کن بر شاعر رنگین نوا
یا الهی کن عطا مقبولیت دیوان را
بر شاعر و فقیه و بر ناقیان تعمیر خواه
توبه "اجرا" کشیرا بهر نام مصطفی

له - شاعر - حکیم شاعر محمدعلی

له - فقیه - آیت الله

له - میرخواه - جلد معارفین و معارف و مددگار

[624]



Zia, Abdul Q.

Persian Ghazal in Indo-Pakistan Environment, Essam Azimabadi; A Case Study., in, "Proceedings of the Twelfth International Symposium on Asian Studies, 1990. Vol. II" , Hong Kong: Asian Research Service, 1991, pp. 785-796.

[625]

Ziai, Hossein.

Hafez, Lisan al-Ghayb of Persian Poetic Wisdom., in, "Gott ist schön und Er liebt die Schönheit. God is Beautiful and He loves Beauty. Festschrift für Annemarie Schimmel zum 7. April 1992. Festschrift in Honour of Annemarie Schimmel Presented on April 7, 1992/ dargebracht von Schülern, Freunden und Kollegen / Presented by Students, Friends and Collegues.", Edited by Alma Giese and J.C. Burgel, Bern: Peter Lang, 1994, pp. 449-469.

۱ از محمد عصام عظیم آبادی

۲ - مشو عیا کر لے پر سر لے -

۳ وہ لہستی تھی گو یا شہابِ نظر - جسے لوگ کہتے تھے لوگ خواب گھر

۴ بہ دانش وری ہم چو بغداد - یہ فکر و نظر مثل شہنشاہ و گھر

۵ جو کابل اندر ایں بلخِ قیرواں - خوشنماز و لاہور و فرشتہ و اں

۶ یہاں روز و شبِ علم کا تذکرہ - یہاں سپر و توفیقِ فتح سرا

۷ ز لہجاتِ خندہ سخن آفتاب - ز فیضِ طرب خود چوں ماہ تاب

۸ وہ آموں کے باغوں میں سرسپاں - وہ ہاڑوں کے منظر کی بے کمیناں

۹ وہ باغوں میں تالابِ گلِ نظر - شجرِ ہائے سرسبز و شیریں شمر

۱۰ وہ کشتی وہ پانی وہ بے تابیاں - شبِ ماہ کی تمیں وہ بے خوابیاں

۱۱ وہ لیلائے شبِ بالِ کھولے ہوئے - سخن در سخن کچھ نہ بولے ہوئے

۱۲ وہ سرسبز کھیتوں میں کروں کا رنگ - وہ زردی پہ شرفی وہ آپس میں جنگ

- ۱۔ وہ پُلائے شبِ بال کھولے ہوئے۔ سخن در سخن کچھ نہ بولے ہوئے
- ۸۔ وہ کمر بستر کھیتوں میں کروں کا رنگ۔ وہ زردی پہ شرنی وہ آپس میں جنگ
- ۹۔ رضا باغ کیند کی رعنا یاں۔ وہ لفرہ کے کھیتوں کی شادابیاں
- ۱۲۔ خزانہ وہ پانی کا آبِ جہیل سا۔ روانی میں گویا تھا خود نیکل سا
- ۱۳۔ وہ مسجد وہ گنبد و محراب و در۔ اذانیں نمازیں مکرنا پھر
- ۱۴۔ ڈیا لٹاں کی اور وہ غنچہ کی ریل۔ جو چلتی تھی چھک چھک اور ہوتی تھی فیل
- ۱۵۔ وہ اسکول جموں ٹاسا زیرِ شجر۔ جہاں ہست کی خدمت پر ہنر
- ۱۶۔ زمینوں کا وہ سلسلہ دور تک۔ یہ تھو نظر مسئلہ دور تک

علا کردہ جاگیر شاہ جہاں - ملا سب بیٹے نزاری بیان

۱۷۔ ہر عہدہ کے آگے وہ ہر کا درجہ - علم سایہ افکن یہ سلطان وقت

۱۸۔ گرائے گی وہ ہر گرائے کی رات - خم و بیچ میں جیسے الفت کی کھات

۱۹۔ وہ رمضان کے اور وہ عیدوں کے - حسینوں کے وعرے و عیدوں کے دن

۲۰۔ ہر نقابت شیریں غنی شمس بھی - یہ علم و ادب صائب درس بھی

۲۱۔ وہ ابدالی منزل کی رنگینیاں - وہ دعوت و شہادت وہ خوش فعلیاں

۲۲۔ نیا تھا مکاں اور نئی بات تھی - جہاں علم و دانش کی بارات تھی

۲۳۔ وہ احسن وہ افضل وہ احمد جنات - وہ اشرف وہ اسلام سب ہی الجواب

۲۴۔ امام و مہدی بھی امام عطا - ایسا میں منظر اخصین در رضا

۲۵۔ رضامت کے نشی وہ پیر میثور - وفا ہی وفا کے تھے جو تاج نور

۲۵ امام وحی بھی امام عطا - امامین مظہر الحسن و رضا

۲۶ رضانت کے انشی وہ پیر لیثور - وفا ہی وفا کے تھے جو تاج و در

۲۷ عمارت برآمدہ کی بالا بلند - وہ آبا کاوش بہ قامت دو چند

۲۸ امام وحی کا وہ جعفر کالحر - وہ حیدر، وہ اختر، وہ فیض عالم

۲۹ دل نغمہ آرا کے جو یا حسین - وہ نغمے، وہ لیلیٰ وہ غزل صین

۳۰ تھے اُستاد پیکتا بھی شخص غریب - حماقت کے پتلے ظریف و عجیب

۳۱ وہ سلیم صابر، شکر مند وفا - تھا بند و ملکر مثل مومن حیا

۳۲ طفیل شرافت بلا پیش و پس - وہ اک ڈاکٹر تھے مہی نفس

۱۴۸۰ آنیس و امین و رضی اور فی - حمید و رشید و امین و امین

۳۱ وہ عبد الحمی اور لڑا رہی - وہ دونوں کی شاہین اللہ اور فی

۱۴۸۱ سعید و امین و امین و امین - امین کی ذہانت کے نقش عیاں

۳۲ حفیظ و مظاہر بھی خوشید - امین اظہر و کمال و تمہید تھے

۱۴۸۲ پیمیشی و شطرنج کے افسانہ کھیل - وہ آپس کی ہمیشہ آپس کے میل

۳۳ جو آتا تھا موسم وہ برسات کا - تقاطر سے جل تھل وہ دیوانہ

۳۴ وہ آموں کا لطیف اور سیلابی - وہ نعماتِ باریاں جگر تباہ رہی

۳۵ وہ مسردی میں سوئیٹر اور رکوٹ بھی - وہ پتھری، وہ چائے، محراب و ٹھ بھی

۱۱ جو آتی تھی گری تو تالاب ہی - وہ غولے لٹکانا سدا آب ہی

۱۲ شربتِ سخن شب میں بیلے کے پھول - وہ شربتِ پھول کے یہ لطف قبول

۱۳ غرض کیا کہوں میں وہ گاؤں تھا کیا؟ - عجیب و غریب و عجیب ہر ملا

۱۴ یہ ہی تھا عصام حریف گاؤں وہ - بہارِ آتشِ بہار کا چھاؤں وہ

اشارات :
۱۔ ~~عصام حریف~~ ہفتہ وار میلہ مویشیاں
۲۔ علاقوں کے نام سید رضا باغ اور نصرہ
۳۔ خزانہ آب - عکس نامیائے قصبات
۴۔ مختلف برائے ہر آمزہ یادیں
۵۔ نام قصہ کر کے پیرائے عکس صاحب سندھ لکھا

محمد عصام عظیم آبادی
۱۔ عکس - بلاک نمبر ۳
گلشن اقبال - کراچی - پاکستان

